قٓ Qaaf

بِسۡمِ ٱللَّهِ ٱلرَّحۡمَٰنِ ٱلرَّحِيمِ

In the name of Allah, Most Gracious, Most Merciful

Name

The Surah derives its name from the initial letter *Qaf*, thereby implying that it is the Surah which opens with the alphabetic letter Qaf.

Period of Revelation

There is no authentic tradition to show as to when exactly this Surah was revealed. A study of the subject matter, however, reveals that its period of revelation is the second stage of the Prophet's (peace be upon him) life at Makkah, which lasted from the third year of the Prophethood till the fifth year. We have given the characteristics of this period

in the Introduction to the Sarah Al-Anaam. In view of those characteristics it can be said that this Surah might have been sent down in about the 5th year, when the antagonism of the disbelievers had become quite intense but had not yet assumed tyrannical proportions.

Theme and Topics

Authentic traditions show that the Prophet (peace be upon him) used to recite this Surah generally in the Prayer on the Eid days. A woman named Umm Hisham bin Harithah, who was a neighbor of the Prophet (peace be upon him), says that she was able to commit Surah Qaf to memory only because she often heard it from the Prophet (peace be upon him) in the Friday sermons. According to some other traditions, he often recited it in the Fajr Prayer. This makes it abundantly clear that this was an important Surah in the sight of the Prophet (peace be upon him). That is why he made sure that its contents reached as many people as possible over and over again.

This reason for this importance can be easily understood by a careful study of the Surah. The theme of the entire Surah is the Hereafter. When the Prophet (peace be upon him) started preaching his message in Makkah, what surprised the people most was the news that people would be resurrected after death, and they would have to render an account of their deeds. They said that that was impossible; human mind could not believe that it would happen. After all, how could it be possible that when the body had disintegrated into dust, the scattered particles would be reassembled after hundreds of thousands of years to make

up the same body once again and raised up as a living body, Allah in response sent down this discourse. In it, on the one hand, arguments have been given for the possibility and occurrence of the Hereafter in a brief way, in short sentences, and, on the other hand, the people have been warned, as if to say: Whether you express wonder and surprise, or you regard it as something remote from reason, or deny it altogether, in any case it cannot change the truth. The absolute un-alterable truth is that Allah knows the whereabouts of each and every particle of your body that has scattered away in the earth, and knows where and in what state it is. Allah's one signal is enough to make all the scattered particles gather together again and to make you rise up once again as you had been made in the first instance. Likewise, your this idea that you have been created and left free to yourselves in the world and that you have not been made answerable to anyone, is no more than a misunderstanding. The fact is that not only is Allah Himself directly aware of each act and word of yours, even of the ideas that pass in your mind, but His angels also are attached to each one of you, who are preserving the record of whatever you do and utter. When the time comes, you will come out of your graves at one call just as young shoots of vegetable sprout up from the earth on the first shower of the rain. Then this heedlessness which obstructs your vision will be removed and you will see with your own eyes all that you are denying today. At that time, you will realize that you had not been created to be irresponsible in this world but accountable to all your deeds. The rewards and

punishments, the Hell and Heaven, which you regard as impossible and imaginary things, will at that time become visible realities for you. In consequence of your enmity and opposition to the truth you will be cast into the same Hell which you regard as remote from reason today. And those who fear the Merciful God, and return to the path of righteousness, will be admitted to the same Paradise at whose mention you now express wonder and surprise.

نام

آغاز ہی کے حرف ''ق'' سے ماخوذ ہے۔ مطلب یہ ہے کہ وہ سورۃ جس کا افتتاح حرف ق سے ہوتا ہے۔

زمانۂ نزول

کسی معتبر روایت سے یہ پتہ نہیں چلتا کہ یہ ٹھیک کس زمانہ میں نازل ہوئی ہے، مگر مضامین پر غور کرنے سے محسوس ہوتا ہے کہ اس کا زمانہ نزول مکہ معظمہ کا دوسرا دور ہے جو نبوت کے تیسرے سال سے شروع ہو کر پانچویں سال تک رہا۔ اس سورۃ کی خصوصیات ہم سورہ انعام کے دیباچہ میں بیان کر چکے ہیں۔ ان خصوصیات کے لحاظ سے اندازاً یہ قیاس کیا جا سکتا ہے کہ سورہ پانچویں سال میں نازل ہوئی ہوگی جب کہ کفار کی مخالفت اچھی خاصی شدت اختیار کر چکی تھی، مگر ابھی ظلم و ستم کا آغاز نہیں ہوا تھا۔

موضوع اور مباحث

معتبر روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم اکثر عیدین کی نمازوں میں اس سورۃ کی تلاوت فرمایا کرتے تھے۔ ایک خاتون ام ہشام بن حارثہ، جو حضورؐ کی پڑوسن تھیں، بیان کرتی ہیں کہ مجھے سورۃ ق یاد ہی اسطرح ہوئی کہ میں جمعہ کے خطبوں میں اکثر آپؐ کی زبان مبارک سے اس کو سنتی تھی۔ بعض اور روایت میں آیا ہے کہ فجر کی نماز میں بھی آپؐ بکثرت اس کو پڑھا کرتے تھے۔ اس سے یہ بات واضح ہے کہ حضورؐ کی نگاہ میں یہ ایک بڑی اہم سورۃ تھی۔ اس لیے آپ زیادہ سے زیادہ لوگوں تک بار بار اس کے مضامین پہنچانے کا اہتمام فرماتے تھے۔

اس اہمیت کی وجہ سورۃ کو بغور پڑھنے سے باآسانی سمجھ میں آجاتی ہے۔ پوری سورۃ کا موضوع آخرت ہے۔ رسول اللہ صلی علیہ وسلم نے جب مکہ معظمہ میں اپنی دعوت کا آغاز کیا تو لوگوں کو سب سے زیادہ اچنبھا آپؐ کی جس بات پر ہوا وہ یہ تھی کہ مرنے کے بعد انسان دوبارہ اٹھائے جائیں گے اور ان کو اپنے اعمال کا حساب دینا ہو گا۔ لوگ کہتے تھے یہ تو بالکل انہونی بات ہے۔ عقل باور نہیں کرتی کہ ایسا ہو سکتا ہے، آخر یہ کیسے ممکن ہے کہ جب ہمارا ذرہ ذرہ زمین میں منتشر ہو چکا ہو تو ان پراگندہ اجزاء کو ہزارہا برس گزرنے کے بعد پھر اکٹھا کر کے ہمارا یہی جسم از سرنو بنا دیا جائے اور ہم زندہ ہو کر اٹھ کھڑے ہوں؟ اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ تقریر نازل ہوئی۔ اس میں بڑے مختصر طریقے سے چھوٹے چھوٹے فقروں میں ایک طرف آخرت کے امکان اور اس کے وقوع پر دلائل دیے گئے ہیں، اور دوسری طرف لوگوں کو خبردار کیا گیا ہے کہ تم خواہ تعجب کرو، یا بعید از عقل سمجھو، یا جھٹلاؤ، بہرحال اس سے حقیقت نہیں بدل سکتی۔ حقیقت اور قطعی اٹل حقیقت یہ ہے کہ تمہارے جسم کا ایک ایک ذرہ جو زمین میں منتشر ہوتا ہے، اس کے متعلق اللہ کو معلوم ہے کہ وہ کہاں گیا ہے اور کس حال میں کس جگہ موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ایک اشارہ اس کے لیے کافی ہے کہ یہ تمام منتشر ذرات پھر جمع ہو جائیں اور تم کو اسی طرح دوبارہ بنا کھڑا کیا جائے جیسے پہلے بنایا گیا تھا۔ اسی طرح تمہارا یہ خیال کہ تم یہاں شتر بے مہار بنا کر چھوڑ دیے گئے ہو اور کسی کے سامنے تمہیں جواب دہی نہیں کرنی ہے، ایک غلط فہمی کے سوا کچھ نہیں ہے امر واقعہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ براہ راست خود بھی تمہارے ہر قول و فعل سے، بلکہ تمہارے دل میں گزرنے والے خیالات تک سے واقف ہے، اور اس کے فرشتے بھی تم میں سے ہر شخص کے ساتھ لگے ہوئے تمام حرکات و سکنات کا ریکارڈ محفوظ کر رہے ہیں۔ جب وقت آئے گا تو ایک پکار پر تم بالکل اسی طرح نکل کھڑے ہو گے جس طرح بارش کا ایک چھینٹا پڑتے ہی زمین سے نباتات کی کونپلیں پھوٹ نکلتی ہیں۔ اس وقت یہ غفلت کا پردہ جو آج تمہاری عقل پر پڑا ہوا ہے، تمہارے سامنے سے ہٹ جائے گا اور تم اپنی آنکھوں سے وہ سب کچھ دیکھ لو گے جس کا آج انکار کر رہے ہو۔ اس وقت تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ تم دنیا میں غیر ذمہ دار نہیں تھے بلکہ ذمہ دار اور جواب دہ تھے۔ جزا و سزا، عذاب و ثواب اور جنت و دوزخ جنہیں آج فسانہ عجائب سمجھ رہے ہو، اس وقت یہ ساری چیزیں تمہاری مشہود حقیقت ہونگی۔

حق سے عناد کی پاداش میں اسی جہنم کے اندر پھینکے جاؤ گے جسے آج عقل سے بعید جانتے ہو، اور خدائے رحمان سے ڈر کر راہ راست کی طرف پلٹنے والے تمہاری آنکھوں کے سامنے اسی جنت میں جائیں گے جس کا ذکر سن کر آج تمہیں تعجب ہو رہا ہے۔

In the name of Allah, Most Gracious, Most Merciful.	اللہ کے نام سے جو بہت مہربان نہایت رحم والا ہے۔	بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ
1. Qaaf. By the Quran, the glorious. *1	ق۔ قسم ہے قرآن مجید کی۔ *1	قٓ ۟ۚ وَ الۡقُرۡاٰنِ الۡمَجِیۡدِ ۚ﴿۱﴾

*1 The word *majeed* is used for expressing two meanings in Arabic: for expressing the high rank, status, honor and dignity of a person, and for saying that somebody is highly generous, charitable and beneficent. This word has been used for the Quran in both these meanings. The Quran is great and glorious in the sense that no book of the world can be brought up against it. It is a miracle both in its language and literary excellence and in its teaching and wisdom. Humans were helpless to produce the like of it at the time when it was sent down and are likewise helpless even today. Nothing of it could ever be proved wrong in any age, nor can anything of it be proved wrong in the present age. Falsehood can neither attack it from the front nor from the rear nor can defeat it. And it is generous and beneficent in the sense that the more a man goes on trying to gain guidance from it, the more of guidance it goes on giving him. And the more he follows and obeys its commands and instructions, the more he continues to be blessed with good things of the world and the Hereafter.

There is no limit to its benefits and advantages where a man may become independent of it, and where it may cease to be beneficial and useful for him.

*1 ''مجید'' کا لفظ عربی زبان میں دو معنوں کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ ایک، بلند مرتبہ، با عظمت، بزرگ اور صاحب عزت و شرف۔ دوسرے، کریم، کثیر العطاء، بہت نفع پہنچانے والا۔ قرآن کے لیے یہ لفظ ان دونوں معنوں میں استعمال فرمایا گیا ہے۔ قرآن اس لحاظ سے عظیم ہے کہ دنیا کی کوئی کتاب اس کے مقابلے میں نہیں لائی جا سکتی۔ اپنی زبان اور ادب کے لحاظ سے بھی وہ معجزہ ہے اور اپنی تعلیم اور حکمت کے لحاظ سے بھی معجزہ۔ جس وقت وہ نازل ہوا تھا اس وقت بھی انسان اس کے مانند کلام بنا کر لانے سے عاجز تھے اور آج بھی عاجز ہیں۔ اس کی کوئی بات کبھی کسی زمانے میں غلط ثابت نہیں کی جا سکی ہے نہ کی جا سکتی۔ باطل نہ سامنے سے اس کا مقابلہ کر سکتا ہے نہ پیچھے سے حملہ آور ہو کر اسے شکست دے سکتا ہے۔ اور اس لحاظ سے وہ کریم ہے کہ انسان جس قدر زیادہ اس سے رہنمائی حاصل کرنے کی کوشش کرے اسی قدر زیادہ وہ اس کو رہنمائی دیتا ہے اور جتنی زیادہ اس کی پیروی کرے اتنی ہی زیادہ اسے دنیا اور آخرت کی بھلائیاں حاصل ہوتی چلی جاتی ہیں۔ اس کے فوائد و منافع کی کوئی حد نہیں ہے جہاں جا کر انسان اس سے بے نیاز ہو سکتا ہو، یا جہاں پہنچ کر اسکی نفع بخشی ختم ہو جاتی ہو۔

بَلْ عَجِبُوْٓا اَنْ جَآءَهُمْ مُّنْذِرٌ مِّنْهُمْ فَقَالَ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا شَیْءٌ عَجِیْبٌ ﴿۲﴾	بلکہ تعجب کیا انہوں نے کہ ان کے پاس آیا *2 خبردار کرنے والا انہی میں سے۔ تو کہنے لگے کافر کہ یہ بات تو بڑی عجیب ہے۔	2. But they wondered that there has come to them*2 a warner from among themselves, so said those who disbelieved: This thing is strange.

*2 This sentence is a unique example of eloquence. In it a vast subject has been compressed into a few brief words.

The object for which an oath has been sworn by the Quran has not been mentioned. Instead, a subtle gap has been left and the sentence is resumed with "but". If one thinks a little and also keeps in view the background in which this has been said, one comes to know what is the subject of the gap that has been left between the oath and "but". In fact, what has been sworn of is this: The people of Makkah have not refused to acknowledge the Prophethood of Muhammad (peace be upon him) for any sound reason but for the highly unsound reason that a member of their own kind and an individual of their own nation has come to them as a Warner from God and this is something highly surprising for them. Whereas what would actually be surprising was if God had remained unconcerned about the well being and adversity of His servants and made no arrangement whatsoever to warn them; or had sent a non-human to warn the human beings; or a non Arab to warn the Arabs. Therefore, this basis of the denial is absolutely unsound, and a reasonable person cannot but admit that there must exist some arrangement from God to warn the servants, and in the form that the Warner himself should be a person from among the people to whom he is sent. As for the question whether Muhammad (peace be upon him) is the person whom God has sent on this mission, no other evidence is needed to settle it but this glorious and beneficent Quran, which he is presenting; this is by itself enough to provide a proof of it. This explanation shows that in this verse an oath has been sworn by the Quran to impress the point that Muhammad (peace be upon him) is

really the Messenger of Allah and the disbelievers' surprise and wonder about his apostleship is misplaced, and the fact of the Quran's being *majeed* is a proof of this claim.

*2 یہ فقرہ بلاغت کا بہترین نمونہ ہے جس میں ایک بہت بڑے مضمون کو چند مختصر الفاظ میں سمو دیا گیا ہے۔ قرآن کی قسم جس بات پر کھائی گئی ہے اسے بیان نہیں کیا گیا۔ اس کا ذکر کرنے کے بجائے بیچ میں ایک لطیف خلا چھوڑ کر آگے کی بات ''بلکہ'' سے شروع کر دی گئی ہے۔ آدمی ذرا غور کرے اور اس پس منظر کو بھی نگاہ میں رکھے جس میں یہ بات فرمائی گئی ہے تو اسے معلوم ہو جاتا ہے کہ قسم اور بلکہ کے درمیان جو خلا چھوڑ دیا گیا ہے اس کا مضمون کیا ہے۔ اس میں دراصل قسم جس بات پر کھائی گئی ہے وہ یہ ہے کہ ''اہل مکہ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کو ماننے سے کسی معقول بنیاد پر انکار نہیں کیا ہے، بلکہ اس سراسر غیر معقول بنیاد پر کیا ہے کہ ان کی اپنی جنس کے ایک بشر، اور ان کی اپنی ہی قوم کے ایک فرد کا خدا اپنے بندوں کی بھلائی اور برائی سے بے پرواہ ہو کر انہیں خبردار کرنے کا کوئی انتظام نہ کرتا، یا انسانوں کو خبر دار کرنے کے لیے کسی غیر انسان کو بھیجتا، یا عربوں کو خبر دار کرنے کے لیے کسی چینی کو بھیج دیتا۔ اس لیے انکار کی یہ بنیاد تو قطعی نا معقول ہے اور ایک صاحب عقل سلیم یقیناً یہ ماننے پر مجبور ہے کہ خدا کی طرف سے بندوں کو خبردار کرنے کا انتظام ضرور ہونا چاہیے اور اسی شکل میں ہونا چاہیے یہ خبر دار کرنے والا خود انہی لوگوں میں سے کوئی شخص ہو جن کے درمیان وہ بھیجا گیا ہو''۔ اب رہ جاتا ہے کہ سوال کہ آیا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی وہ شخص ہیں جنہیں خدا نے اس کام کے لیے بھیجا ہے، تو اس کا فیصلہ کرنے کے لیے کسی اور شہادت کی حاجت نہیں، یہ عظیم و کریم قرآن، جسے وہ پیش کر رہے ہیں، اس بات کا ثبوت دینے کے لیے بالکل کافی ہے۔

اس تشریح سے معلوم ہو جاتا ہے کہ اس آیت میں قرآن کی قسم اس بات پر کھائی گئی ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم واقعی اللہ کے رسول ہیں اور ان کی رسالت پر کفار کا تعجب بے جا ہے۔ اور قرآن کے ''مجید'' ہونے کو اس دعوے کے ثبوت میں پیش کیا گیا ہے۔

3. Is it when we are dead and become dust. That is a return far. *3	کیا جب ہم مرگئے اور ہو گئے مٹی یہ لوٹنا تو بعید ہے۔ *3	ءَاِذَا مِتۡنَا وَكُنَّا تُرَابًا ۚ ذٰلِكَ رَجۡعٌ ۢ بَعِيۡدٌ ﴿۳﴾

*3 This was the second cause of their surprise, the first being that a member of their own kind and clan had arisen with the claim that he had come as a warner to them from God. They were further surprised that the person was warning them to the effect that all men will be raised back to life after death and they will be produced all together in the court of Allah where their deeds will be subjected to accountability and they will be rewarded and punished accordingly.

*3 یہ ان لوگوں کو دوسرا تعجب تھا۔ پہلا اور اصل تعجب زندگی بعد موت پر نہ تھا بلکہ اس پر تھا کہ انہی کی جنس اور قسم کے ایک فرد نے اٹھ کر دعویٰ کیا تھا کہ میں خدا کی طرف سے تمہیں خبردار کرنے کے لئے آیا ہوں۔ اس کے بعد مزید تعجب انہیں اس پر ہوا کہ وہ شخص انہیں جس چیز پر خبردار کر رہا تھا وہ یہ تھی کہ تمام انسان مرنے کے بعد از سر نو زندہ کیے جائیں گے، اور ان سب کو اکٹھا کر کے اللہ کی عدالت میں پیش کیا جائے گا، اور وہاں ان کے اعمال کا محاسبہ کرنے کے بعد جزا اور سزا دی جائے گی۔

4. Surely, We know what diminishes earth from them. And with Us is a Book, preserved. *4	یقیناً ہم جانتے ہیں جتنا کم کرتی ہے زمین انہیں سے اور ہمارے پاس کتاب ہے محفوظ۔ *4	قَدۡ عَلِمۡنَا مَا تَنۡقُصُ الۡاَرۡضُ مِنۡهُمۡ ۚ وَعِنۡدَنَا كِتٰبٌ حَفِيۡظٌ ﴿۴﴾

*4 That is, if it cannot be comprehended by intellect, it is their own narrow mind to blame. It does not mean that Allah’s knowledge and power also should be narrow. They think that it is in no way possible to collect the scattered

particles of the bodies of the countless human beings who have died since the beginning of creation and will die till Resurrection. But the fact is that Allah directly knows each of those particles in whatever form and in whichever place they are. Furthermore, a full record of this is being maintained in the Register of Allah, which has not left out any particle un-recorded.

This verse also is one of those verses which point out that the life Hereafter will not only be a physical lift as it is in this world, but the body of every person also will be the same which he had in this world. If it were not so, it would be meaningless to tell the disbelievers: We know very well whatever the earth consumes of their bodies and We have a Book which preserves everything. (For further explanation, see E.N. 25 of Surah Ha Mim As-Sajdah).

4*یعنی یہ بات اگر ان لوگوں کی عقل میں نہیں سماتی تو یہ ان کی اپنی ہی عقل کی تنگی ہے۔ اس سے یہ تو لازم نہیں آتا کہ اللہ کا علم اور اس کی قدرت بھی تنگ ہو جائے۔ یہ سمجھتے ہیں کہ ابتدائے آفرینش سے قیامت تک مرنے والے بے شمار انسانوں کے جسم کے اجزاء جو زمین میں بکھر چکے ہیں اور آئندہ بکھرتے چلے جائیں گے، ان کو جمع کرنا کسی طرح ممکن نہیں ہے۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ ان میں سے ہر ہر جزو جس شکل میں جہاں بھی ہے، اللہ تعالیٰ براہ راست اس کو جانتا ہے، اور مزید برآں اس کا پورا ریکارڈ اللہ کے دفتر میں محفوظ کیا جا رہا ہے جس سے کوئی ایک ذرہ بھی بچا ہوا نہیں ہے۔ جس وقت اللہ کا حکم ہو گا اسی وقت آناً فاناً اس کے فرشتے اس ریکارڈ سے رجوع کر کے ایک ایک ذرے کو نکال لائیں گے اور تمام انسانوں کے وہ جسم پھر بنا دیں گے جن میں رہ کر انہوں نے دنیا کی زندگی میں کام کیا تھا۔

یہ آیت بھی من جملہ ان آیات کے ہے جن میں اس بات کی صراحت کی گئی ہے کہ آخرت کی زندگی نہ صرف یہ کہ ویسی ہی جسمانی زندگی ہوگی جیسی اس دنیا میں ہے، بلکہ جسم بھی ہر شخص کا وہی ہوگا جو اس دنیا میں

تھا اگر یہ حقیقت یہ نہ ہوتی تو کفار کی بات کے جواب میں یہ کہنا بالکل بے معنی تھا کہ زمین تمہارے جسم میں سے جو کچھ کھاتی ہے وہ سب ہمارے علم ہے۔ اور ذرے ذرے کا ریکارڈ موجود ہے (مزید تشریح کے لیے ملاحظہ ہو تفہیم القرآن جلد چہارم، تفسیر سورۃ حٰمٓ السجدہ، حاشیہ 25)۔

بَلۡ كَذَّبُوۡا بِالۡحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمۡ فَهُمۡ فِىۡۤ اَمۡرٍ مَّرِيۡجٍ ۝	بلکہ جھٹلایا انہوں نے حق کو جب آپہنچا انکے پاس تو وہ ہیں ایک معاملے میں جو الجھا ہوا ہے۔ *5	5. But they have denied the truth when it came to them, so they are in a state which is confused. *5

*5 In this brief sentence a vast subject has been compressed. It means: These people did not rest content only with expressing wonder and declaring the thing to be far removed from reason, but when the Prophet Muhammad (peace be upon him) presented his message of the truth, they denied it as falsehood without any hesitation. Its inevitable result was, and the same only could follow from it, that they do not agree on any one position with regard to the invitation and the Messenger who has presented it. Sometimes they brand him a poet, sometimes a sorcerer, and sometimes a madman. Sometimes they say that he is a magician and sometimes that he is bewitched. Sometimes they say that he has fabricated this thing by himself in order to establish his superiority. Therefore, leaving it aside, detailed reasoning is now being presented about the authenticity of the second thing which those people regarded as strange and far removed from reason and intellect.

*5 اس مختصر سے فقرے میں بھی ایک بہت بڑا مضمون بیان کیا گیا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ان لوگوں نے صرف تعجب کرنے اور بعید از عقل ٹھیرانے پر ہی اکتفا نہ کیا، بلکہ جس وقت محمد صلی اللہ علیہ و سلم نے اپنی دعوت حق پیش کی اسی وقت بلا تامل اسے قطعی جھوٹ قرار دے دیا۔ اس کا نتیجہ لازماً یہ ہونا تھا اور یہی ہوا کہ انہیں اس دعوت اور اس کے پیش کرنے والے رسول کے معاملہ میں کسی ایک موقف پر قرار نہیں ہے۔ کبھی اس کو شاعر کہتے ہیں تو کبھی کاہن اور کبھی مجنون۔ کبھی کہتے ہیں کہ یہ جادوگر ہے اور کبھی کہتے ہیں کہ کسی نے اس پر جادو کر دیا ہے۔ کبھی کہتے ہیں کہ یہ اپنی بڑائی قائم کرنے کے لیے خود یہ چیز بنا لایا ہے، اور کبھی یہ الزام تراشتے ہیں کہ اس کے پس پشت کچھ دوسرے لوگ ہیں جو یہ کلام گھڑ گھڑ کر اسے دیتے ہیں۔ یہ متضاد باتیں خود ظاہر کرتی ہیں کہ یہ لوگ اپنے موقف میں بالکل الجھ کر رہ گئے ہیں۔ اس الجھن میں یہ ہرگز نہ پڑتے اگر جلد بازی کر کے نبی کو پہلے ہی قدم پر جھٹلا نہ دیتے اور بلا فکر و تامل ایک پیشگی فیصلہ صادر کر دینے سے پہلے سنجیدگی کے ساتھ غور کرتے کہ یہ دعوت کون پیش کر رہا ہے، کیا بات کہہ رہا ہے اور اس کے لیے دلیل کیا دے رہا ہے۔ ظاہر ہے کہ وہ شخص ان کے لیے اجنبی نہ تھا۔ کہیں سے اچانک ان کے درمیان نہ آکھڑا ہوا تھا۔ ان کی اپنی ہی قوم کا فرد تھا۔ ان کا اپنا دیکھا بھالا آدمی تھا۔ یہ اس کی سیرت و کردار اور اس کی قابلیت سے نا واقف نہ تھے۔ ایسے آدمی کی طرف سے جب ایک بات پیش کی گئی تھی تو چاہے اسے فوراً قبول نہ کر لیا جاتا، مگر وہ اس کی مستحق بھی تو نہ تھی کہ سنتے ہی اسے رد کر دیا جاتا۔ پھر وہ بات بے دلیل بھی نہ تھی۔ وہ اس کے لیے دلائل پیش کر رہا تھا۔ چاہیے تھا کہ اس کے دلائل کھلے کانوں سے سنے جاتے اور تعصب کے بغیر ان کو جانچ کر دیکھا جاتا کہ وہ کہاں تک معقول ہیں۔ لیکن یہ روش اختیار کرنے کے بجائے جب ان لوگوں نے ضد میں آکر ابتدا ہی میں اسے جھٹلا دیا تو اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ایک حقیقت تک پہنچنے کا دروازہ تو انہوں نے اپنے لیے خود بند کر لیا اور ہر طرف بھٹکتے پھرنے کے بہت سے راستے کھول لیے۔ اب یہ اپنی ابتدائی غلطی کو نباہنے کے لیے دس متضاد باتیں تو بنا سکتے ہیں مگر اس ایک بات کو سوچنے کے لیے بھی تیار نہیں ہیں کہ نبی سچا بھی ہو سکتا ہے اور اس کی پیش کردہ بات حقیقت بھی ہو سکتی ہے۔

اَفَلَمۡ يَنۡظُرُوۡۤا اِلَى السَّمَآءِ	تو کیا نہیں دیکھا انہوں نے آسمان	**6. Have they not then looked at**

the heaven above them, *6 how we made it, *7 and adorned it, and there is not in it any rift. *8	کی طرف اپنے اوپر *6 کہ کیسے بنایا ہم نے اسکو *7 اور سجایا اسے اور نہیں ہے اس میں کوئی شگاف *8۔	فَوۡقَهُمۡ كَيۡفَ بَنَيۡنٰهَا وَ زَيَّنّٰهَا وَمَا لَهَا مِنۡ فُرُوۡجٍ ۝٦

*6 Here, by the sky is implied the whole firmament that man finds spread over him, day and night, in which the sun shines in the day and the moon and countless stars glitter at night, which amazes him even when he sees it with the bare eye, but which appears as a vast, limitless universe when he looks at it through the telescope.

*6 اوپر کی پانچ آیتوں میں کفار مکہ کے موقف کی نا معقولیت واضح کرنے کے بعد اب بتایا جا رہا ہے کہ آخرت کی جو خبر محمد صلی اللہ علیہ و سلم نے دی ہے اس کی صحت کے دلائل کیا ہیں۔ اس مقام پر یہ بات اچھی طرح سمجھ لینی چاہیے کہ کفار جن دو باتوں پر تعجب کا اظہار کر رہے تھے ان میں سے ایک، یعنی محمد صلی اللہ علیہ و سلم کی نبوت کے بر حق ہونے کی دو دلیلیں ابتدا ہی میں دی جا چکی ہیں۔ اول یہ کہ وہ تمہارے سامنے قرآن مجید پیش کر رہے ہیں جو ان کے نبی ہونے کا کھلا ہوا ثبوت ہے۔ دوم یہ کہ وہ تمہاری اپنی ہی جنس اور قوم اور برادری کے آدمی ہیں۔ اچانک آسمان سے یا کسی دوسری سرزمین سے نہیں آ گئے ہیں کہ تمہارے لیے ان کی زندگی اور سیرت و کردار کو جانچ کر یہ تحقیق کرنا مشکل ہو کہ وہ قابل اعتماد آدمی ہیں یا نہیں اور یہ قرآن ان کا اپنا گھڑا ہوا کلام ہو بھی سکتا ہے یا نہیں، اس لیے ان کے دعوائے نبوت پر تمہارا تعجب بے جا ہے۔ یہ استدلال تفصیل کے ساتھ پیش کرنے کے بجائے دو مختصر اشاروں کی شکل میں بیان کیا گیا ہے، کیونکہ جس زمانے میں محمد صلی اللہ علیہ و سلم خود مکہ میں کھڑے ہو کر ان لوگوں کو قرآن سنا رہے تھے جو بچپن سے جوانی اور ادھیڑ عمر تک آپ کی ساری زندگی دیکھے ہوئے تھے، اس وقت ان اشاروں کی پوری تفصیل ماحول کے ہر شخص پر آپ ہی واضح تھی۔ اس لیے اس کو چھوڑ کر اب تفصیلی استدلال اس دوسری بات کی صداقت پر کیا

جا رہا ہے جس کو وہ لوگ عجیب اور عقل سے بعید کہہ رہے تھے۔

***7 This universe seems to be starting from nowhere and ending nowhere. Millions of times larger planets than our earth are moving in it like tiny balls; thousands of times brighter stars than our sun are shining in it our this entire solar system is located in a corner of its only one galaxy; only in this one galaxy there exist at least three thousand million other stars like our own sun, and man's observation has so far discovered one million such galaxies. Out of the millions of galaxies our nearest, neighboring galaxy is so distant from us that its light reaches the earth in ten million years traveling at the speed of 186,000 miles per second. This shows the vastness of that part of the universe which has so far been observed and explored by man. As to how vast is the entire universe of God we have no means to estimate and judge. May be that the known universe of man does not bear with the entire universe even that ratio which a drop of water bears with the ocean. If about the God Who has brought this huge and wonderful universe into being, this tiny talking animal, called man, who creeps on the earth, asserts that He cannot recreate him once again after death, it would be due to narrowness of his own mind. The power of the Creator of the universe would not at all be affected by it.**

*7 یہاں آسمان سے مراد پورا عالم بالا ہے جسے انسان شب و روز اپنے اوپر چھایا ہوا دیکھتا ہے۔ جس میں دن کو سورج چمکتا ہے اور رات کو چاند اور بے حد و حساب تارے روشن نظر آتے ہیں۔ جسے آدمی برہنہ آنکھ ہی سے دیکھے تو حیرت طاری ہو جاتی ہے، لیکن اگر دوربین لگا لے تو ایک ایسی وسیع و عریض کائنات اس کے سامنے

آتی ہے جو ناپیدا کنار ہے، کہیں سے شروع ہو کر کہیں ختم ہوتی نظر نہیں آتی۔ ہماری زمین سے لاکھوں گنے بڑے عظیم الشان سیارے اس کے اندر گیندوں کی طرح گھوم رہے ہیں۔ ہمارے سورج سے ہزاروں درجہ زیادہ روشن تارے اس میں چمک رہے ہیں۔ ہمارا یہ پورا نظام شمسی اس کی صرف ایک کہکشاں (Galaxy) کے ایک کونے میں پڑا ہوا ہے۔ تنہا اسی ایک کہکشاں میں ہمارے سورج جیسے کم از کم 3 ارب دوسرے تارے (ثوابت) موجود ہیں، اور اب تک کا انسانی مشاہدہ ایسی ایسی دس لاکھ کہکشانوں کا پتہ دے رہا ہے۔ ان لاکھوں کہکشانوں میں سے ہماری قریب ترین ہمسایہ کہکشاں اتنے فاصلے پر واقع ہے کہ اس کی روشنی ایک لاکھ 86 ہزار فی سیکنڈ کی رفتار سے چل کر دس لاکھ سال میں زمین تک پہنچتی ہے۔ یہ تو کائنات کے صرف اس حصے کی وسعت کا حال ہے جو اب تک انسان کے علم اور اس کے مشاہدہ میں آئی ہے۔ خدا کی خدائی کس قدر وسیع ہے، اس کا کوئی اندازہ ہم نہیں کر سکتے۔ ہو سکتا ہے کہ انسان کی معلوم کائنات کے مقابلے میں وہ نسبت بھی نہ رکھتی ہو جو قطرے کو سمندر سے ہے۔ اس عظیم کارگاہ ہست و بود کو جو خدا وجود میں لایا ہے اس کے بارے میں زمین پر رینگنے والا یہ چھوٹا سا حیوان ناطق، جس کا نام انسان ہے، اگر یہ حکم لگائے کہ وہ اسے مرنے کے بعد دوبارہ پیدا نہیں کر سکتا، تو یہ اس کی اپنی ہی عقل کی تنگی ہے۔ کائنات کے خالق کی قدرت اس سے کیسے تنگ ہو جائے گی!

***8 That is, in spite of its amazing vastness the wonderful order of the universe is so coherent and firm and its composition so perfect that there is no crack or cleft in it, and its continuity breaks nowhere. This can be understood by an example. Radio astronomers of the present age have observed a galactic system which they have named Source 3C 295. They think that its rays which are now reaching us might have left it more than four thousand million years ago. The question is: How could it be possible for the rays to reach the earth from such a distant source had the continuity and coherence of the universe between the earth and the galaxy been broken somewhere and its composition**

been split at some point. Allah, in fact, alludes to this reality and puts this question before man: When you cannot point out even a small breach in this system of My universe, how did the concept of any weakness in My power enter your mind, that after the respite of your test is over, if I like to bring you back to life to subject you to accountability before Me, would I not be able to do so?

This is not only a proof of the possibility of the Hereafter but also a proof of Tauhid. These rays' reaching the earth from a distance of four thousand million light years and being detected by the man made instruments expressly point to the fact that from the galaxy to the earth the entire world has been made up of one and the same substance continuously, one and the same kind of the forces are working in it, and they are functioning according to the same laws without any difference and disparity. Were it not so, the rays could neither have reached here, nor detected by the instruments which man had made after understanding the laws working on the earth and its surroundings. This proves that One God alone is the Creator of this whole universe and its Master and Ruler and Controller.

8*یعنی اپنی اس حیرت انگیز وسعت کے باوجود یہ عظیم الشان نظام کائنات ایسا مسلسل اور مستحکم ہے اور اس کی بندش اتنی چست ہے کہ اس میں کسی جگہ کوئی دراڑ یا شگاف نہیں ہے اور اس کا تسلسل کہیں جا کر ٹوٹ نہیں جاتا۔ اس چیز کو ایک مثال سے اچھی طرح سمجھا جا سکتا ہے۔ جدید زمانے کے ریڈیائی ہیئت دانوں نے ایک کہکشانی نظام کا مشاہدہ کیا ہے جسے وہ منبع 3 ج 295 (Source 3c،295) کے نام سے تعبیر کرتے ہیں۔ اس کے متعلق ان کا اندازہ یہ ہے کہ اس کی جو شعاعیں اب ہم تک پہنچ رہی ہیں وہ 4 ارب سال سے

بھی زیادہ مدت پہلے اس میں سے روانہ ہوئی ہونگی۔ اس بعید ترین فاصلے سے ان شعاعوں کا زمین تک پہنچنا آخر کیسے ممکن ہوتا اگر زمین اور اس کہکشاں کے درمیان کائنات کا تسلسل کسی جگہ سے ٹوٹا ہوا ہوتا اور اس کی بندش میں کہیں شگاف پڑا ہوا ہوتا۔ اللہ تعالیٰ اس حقیقت کی طرف اشارہ کر کے دراصل یہ سوال آدمی کے سامنے پیش کرتا ہے کہ میری کائنات کے اس نظام میں جب تم ایک ذرا سے رخنے کی نشان دہی بھی نہیں کر سکتے تو میری قدرت میں اس کمزوری کا تصور کہاں سے تمہارے دماغ میں آگیا کہ تمہاری مہلت امتحان ختم ہو جانے کے بعد تم سے حساب لینے کے لیے میں تمہیں پھر زندہ کر کے اپنے سامنے حاضر کرنا چاہوں تو نہ کر سکوں گا۔

یہ صرف امکان آخرت ہی کا ثبوت نہیں ہے بلکہ توحید کا ثبوت بھی ہے چار ارب سال نوری (Light Years) کی مسافت سے ان شعاعوں کا زمین تک پہنچنا، اور یہاں انسان کے بنائے ہوئے آلات کی گرفت میں آنا صریحاً اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اس کہکشاں سے لے کر زمین تک کی پوری دنیا مسلسل ایک ہی مادے سے بنی ہوئی ہے، ایک ہی طرح کی قوتیں اس میں کارفرما ہیں، اور کسی فرق و تفاوت کے بغیر وہ سب ایک ہی طرح کے قوانین پر کام کر رہی ہیں۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو یہ شعاعیں نہ یہاں تک پہنچ سکتی تھیں اور نہ ان آلات کی گرفت میں آسکتی تھیں جو انسان نے زمین اور اس کے ماحول میں کام کرنے والے قوانین کا فہم حاصل کر کے بنائے ہیں۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ایک ہی خدا اس پوری کائنات کا خالق و مالک اور حاکم و مدبر ہے۔

وَ الۡاَرۡضَ مَدَدۡنٰهَا وَاَلۡقَيۡنَا فِيۡهَا رَوَاسِىَ وَاَنۡۢبَتۡنَا فِيۡهَا مِنۡ كُلِّ زَوۡجٍۢ بَهِيۡجٍ ۙ‏ ﴿۷﴾	اور زمین کہ پھیلایا ہم نے اسے اور رکھ دیئے ہم نے اس میں پہاڑ اور اگائیں ہم نے اس میں ہر طرح کی خوشنما چیزیں۔ *9	7. And the earth We spread it out, and We set in it mountains, and We caused to grow in it all kinds of beautiful things. *9

*9 For explanation, see E.Ns 12-14 of Surah An-Nahl; E.Ns

73-74 of Surah An-Naml; and E.N. 7 of Surah Az-Zukhruf.

*9 تشریح کے لیے ملاحظہ ہو تفہیم القرآن جلد دوم، النحل، حواشی 12۔13۔14۔ جلد سوم، النمل، حواشی 73۔74۔ جلد چہارم، الزخرف، حاشیہ 7۔

8. An insight and a reminder for every penitent slave.	آنکھیں کھولنے اور یاد دہانی کے لئے ہر اس بندے کو جو رجوع کرنیوالا ہے ۔	تَبۡصِرَةً وَّ ذِكۡرٰى لِكُلِّ عَبۡدٍ مُّنِيۡبٍ ﴿۸﴾
9. And We sent down from the sky blessed water, then We produced thereby gardens and harvest grain.	اوراتارا ہمنے آسمان سے با برکت پانی پھر اگائے ہم نے اس سے باغات اور کھیتی کا اناج ۔	وَ نَزَّلۡنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً مُّبٰرَكًا فَاَنۡۢبَتۡنَا بِهٖ جَنّٰتٍ وَّحَبَّ الۡحَصِيۡدِ ۙ ﴿۹﴾
10. And palm trees, lofty having fruit arranged in clusters.	اور کھجور کے درخت لمبے لمبے جنکا خوشہ ہوتا ہے تہ بہ تہ ۔	وَ النَّخۡلَ بٰسِقٰتٍ لَّهَا طَلۡعٌ نَّضِيۡدٌ ۙ ﴿۱۰﴾
11. A provision for the slaves. And We give life thereby to a dead land. *10 Thus will be the resurrection. *11	رزق بندوں کے لئے ۔ اور زندہ کیا ہم نے اس سے مردہ زمین کو *10 ۔اسیطرح سے نکل پڑنا ہے ۔ *11	رِّزۡقًا لِّلۡعِبَادِ ۙ وَ اَحۡيَيۡنَا بِهٖ بَلۡدَةً مَّيۡتًا ؕ كَذٰلِكَ الۡخُرُوۡجُ ﴿۱۱﴾

*10 For explanation, set E.Ns 73, 74, 81 of Surah An-Naml, E.Ns 25, 33, 35 of Surah Ar-Room and E.N. 29 of Surah YaSeen.

*10 تشریح کے لیے ملاحظہ ہو تفہیم القرآن، جلد سوم، النمل، حواشی 73۔74۔81۔الروم، حواشی 25۔33۔35۔ جلد چہارم،یٰس، حاشیہ 29۔

*11 The reasoning is this: Your conjecture about God Who made this sphere of the earth a suitable home for living creatures and Who by combining the lifeless clay of the earth with the lifeless water from the sky produced such a fine vegetable life that you witness flourishing in the form of your gardens and crops, and Who made the vegetation a means of sustenance for both man and beast, that He has no power to resurrect you after death, is a foolish and absurd conjecture. You witness almost daily the phenomenon that a land is lying barren and lifeless; then as soon as it receives a shower of rain, it gives birth to an endless chain of life all of a sudden, the roots lying dead for ages sprout up and a variety of insects emerge playfully from the layers of the earth. This is a manifest proof that life after death is not impossible. When you cannot deny this express observation of yours, how can you deny that when Allah wills, you too will sprout up from the earth as the vegetation sprouts up. In this connection, one may note that in many parts of Arabia it does not sometimes rain for as long as five years at a stretch and sometimes even for longer periods the land does not receive even a drop of rain. For such long intervals in the burning deserts it is not conceivable that the roots of grass and the insects of the earth would survive. In spite of this when a little of the rain falls at some place, grass sprouts up and the insects of the earth return to life. Therefore, the inhabitants of Arabia

can understand this reasoning much better than those people who do not have to experience such long periods of drought.

11* استدلال یہ ہے کہ جس خدا نے زمین کے اس کرے کو زندہ مخلوقات کی سکونت کے لیے موزوں مقام بنایا، اور جس نے زمین کی بے جان مٹی کو آسمان کے بے جان پانی کے ساتھ ملا کر اتنی اعلیٰ درجے کی نباتی زندگی پیدا کر دی جسے تم اپنے باغوں اور کھیتوں کی شکل میں لہلہاتے دیکھ رہے ہو، اور جس نے اس نباتات کو انسان و حیوان سب کے لیے رزق کا ذریعہ بنا دیا، اس کے متعلق تمہارا یہ گمان کہ وہ تمہیں مرنے کے بعد دو بارہ پیدا کرنے پر قادر نہیں ہے، سراسر بے عقلی کا گمان ہے۔ تم اپنی آنکھوں سے آئے دن دیکھتے ہو کہ ایک علاقہ بالکل خشک اور بے جان پڑا ہوا ہے۔ بارش کا ایک چھینٹا پڑتے ہی اس کے اندر یکایک زندگی کے چشمے پھوٹ نکلتے ہیں، مدتوں کی مری ہوئی جڑیں یک لخت جی اٹھتی ہیں، اور طرح طرح کے حشرات الارض زمین کی تہوں سے نکل کر اچھل کود شروع کر دیتے ہیں۔ یہ اس بات کا کھلا ہوا ثبوت ہے کہ موت کے بعد دوبارہ زندگی ناممکن نہیں ہے۔ اپنے اس صریح مشاہدے کو جب تم نہیں جھٹلا سکتے تو اس بات کو کیسے جھٹلاتے ہو کہ جب خدا چاہے گا تم خود بھی اسی طرح زمین سے نکل آؤ گے جس طرح نباتات کی کونپلیں نکل آتی ہیں۔ اس سلسلے میں یہ بات قابل ذکر ہے کہ عرب کی سرزمین میں بہت سے علاقے ایسے ہیں جہاں بسا اوقات پانچ پانچ برس بارش نہیں ہوتی، بلکہ کبھی کبھی اس سے بھی زیادہ مدت گزر جاتی ہے اور آسمان سے ایک قطرہ تک نہیں ٹپکتا۔ اتنے طویل زمانے تک تپتے ہوئے ریگستانوں میں گھاس کی جڑوں اور حشرات الارض کا زندہ رہنا قابل تصور نہیں ہے۔ اس کے باوجود جب وہاں کسی وقت تھوڑی سی بارش بھی ہو جاتی ہے تو گھاس نکل آتی ہے اور حشرات الارض جی اٹھتے ہیں۔ اس لیے عرب کے لوگ اس استدلال کو ان لوگوں کی بہ نسبت زیادہ اچھی طرح سمجھ سکتے ہیں جنہیں اتنی طویل خشک سالی کا تجربہ نہیں ہوتا۔

12. Denied before them the people of Noah, and the dwellers of Rass*12 and Thamud.	جھٹلا چکے ہیں ان سے پہلے نوح کی قوم اور اصحاب الرس*12 اور ثمود۔	كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوحٍ وَّاَصْحٰبُ الرَّسِّ وَثَمُوْدُ ﴿١٢﴾

*12 Before this the people of Rass (Ashab ar-Rass) have been mentioned in Surah Al-Furqan, Ayat 38, and now here, but at both places they have been only referred to as of those nations who rejected the Prophets. No other detail about them has been given. In the traditions of Arabia two places are well known by the name of ar-Rass, one in the Najd and the other in northern Hejaz. Of these ar-Rass of the Najd is better known and has been referred to more often in the pre-Islamic poetry of Arabia. Now it is difficult to determine which of these was the home of the Ashab ar-Rass. No reliable detail of their story is found in any tradition either. The most that one can say with certainty is that it was a nation which had thrown its Prophet into a well. But from the mere allusion that has been made to them in the Quran, one is led to think that in the time of the revelation of the Quran the Arabs were generally aware of this nation and its history, but the traditions about them could not be preserved in historic records.

*12اس سے پہلے سورہ فرقان، آیت 28 میں اصحاب الرس کا ذکر گزر چکا ہے، اور دوسری مرتبہ اب یہاں ان کا ذکر ہو رہا ہے۔ مگر دونوں جگہ انبیاء کو جھٹلانے والی قوموں کے سلسلے میں صرف ان کا نام ہی لیا گیا ہے، کوئی تفصیل ان کے قصے کی بیان نہیں کی گئی ہے۔ عرب کی روایات میں الرس کے نام سے دو مقام معروف ہیں، ایک نجد میں، دوسرا شمالی حجاز میں۔ ان میں نجد کا الرس زیادہ مشہور ہے اور اشعار جاہلیت میں زیادہ تر اسی کا ذکر سنا ہے۔ اب یہ تعین کرنا مشکل ہے کہ اصحاب الرس ان دونوں میں سے کس جگہ کے رہنے والے تھے۔ ان کے قصے کی بھی کوئی قابل اعتماد تفصیل کسی روایت میں نہیں ملتی۔ زیادہ سے زیادہ بس اتنی بات صحت کے ساتھ کہی جا سکتی ہے کہ یہ کوئی ایسی قوم تھی جس نے اپنے نبی کو کنوئیں میں پھینک دیا تھا۔ لیکن قرآن مجید میں جس طرح ان کی طرف محض ایک اشارہ کر کے چھوڑ دیا گیا ہے اس سے

خیال ہوتا ہے کہ نزول قرآن کے زمانے میں اہل عرب بالعموم اس قوم اور اس کے قصے سے واقف تھے اور بعد میں یہ روایات تاریخ میں محفوظ نہ رہ سکیں۔

وَ عَادٌ وَّ فِرۡعَوۡنُ وَ اِخۡوَانُ لُوۡطٍ ۙ﴿۱۳﴾	اور عاد اور فرعون *13 اور لوط کے بھائی۔	13. And Aad and Pharaoh*13 and the brethren of Lot.

*13 Only the Pharaoh has been mentioned instead of the people of Pharaoh, for he had so dominated his people that they had been left with no independent opinion and will of their own, apart from him. They followed him wherever he led them. That is why he alone was held responsible for the deviation and degeneration of his people. Wherever there exists the freedom of will and action for a nation, it by itself bears the burden of its deeds, and wherever one man's dictatorship may have rendered a nation powerless the one man alone takes on his shoulders the burden of the sins of entire nation. This doesn't mean that the nation becomes absolved from its duty and responsibility when the one man alone has burdened himself with the responsibility. This is not so. The nation in such a case becomes responsible for the moral weakness shown by it in that why it allowed a man to overpower and dominate it so completely. The same thing has been alluded to in Surah Az-Zukhruf, Ayat 54, thus: Pharaoh took his people to be light, and they obeyed him, for they were indeed a sinful people. (For explanation, see E.N. 50 of Surah Az-Zukhruf).

*13 قوم فرعون کے بجائے صرف فرعون کا نام لیا گیا ہے، کیونکہ وہ اپنی قوم پر اس طرح مسلط تھا کہ اس کے مقابلے میں قوم کی کوئی آزادانہ رائے اور عزیمت باقی نہیں رہی تھی۔ جس گمراہی کی طرف سے جاتا تھا،

قوم اس کے پیچھے چلی جاتی تھی۔ اس بنا پر پوری قوم کی گمراہی کا ذمہ دار تنہا ایک فرد کو قرار دیا گیا۔ جہاں قوم کے لیے رائے اور عمل کی آزادی موجود ہو وہاں اپنے اعمال کا بوجھ وہ خود اٹھاتی ہے۔ اور جہاں ایک آدمی کی آمریت نے قوم کو بے بس کر رکھا ہو، وہاں وہی ایک آدمی پوری قوم کے گناہوں کا بار اپنے سر لے لیتا ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ فرد واحد پر یہ بوجھ لد جانے کے بعد قوم سبکدوش ہو جاتی ہے۔ نہیں، قوم پر اس صورت میں اس اخلاقی کمزوری کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ اس نے کیوں اپنے اوپر ایک آدمی کو اس طرح مسلط ہونے دیا۔ اسی چیز کی طرف سورۂ زخرف، آیت 54 میں اشارہ کیا گیا ہے کہ: فَاسْتَخَفَّ قَوْمَهٗ فَاَطَاعُوْهُ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ۔ ''فرعون نے اپنی قوم کو ہلکا سمجھا اور انہوں نے اس کی اطاعت کی، در حقیقت وہ تھے ہی فاسق لوگ''۔ (تشریح کے لیے ملاحظہ ہو تفہیم القرآن، جلد چہارم، تفسیر سورۂ زخرف، حاشیہ 50)۔

وَّ اَصْحٰبُ الْاَيْكَةِ وَ قَوْمُ تُبَّعٍ ؕ كُلٌّ كَذَّبَ الرُّسُلَ فَحَقَّ وَعِيْدِ ﴿۱۴﴾	اور ایکہ والے اور قوم تبع *14۔ ہر ایک نے *15 جھٹلایا رسولوں کو *16 تو پوری ہو کر رہی میری وعید۔ *17	14. And the dwellers of Aiykah and the people of Tubba.*14 Every*15 one denied the messengers, *16 so fulfilled My threat. *17

*14 For explanation, see E.N. 37 of Surah Saba; E.N. 32 of Surah Dukhan.

*14 تشریح کے لیے ملاحظہ ہو تفہیم القرآن، جلد چہارم، تفسیر سورۂ سبا، حاشیہ 37۔ سورۂ دخان، حاشیہ 32۔

*15 That is, they all denied the apostleship of their Messengers as well as the news given by them that they will be raised back to life after death.

*15 یعنی انہوں نے اپنے رسولوں کی رسالت کو بھی جھٹلایا اور ان کی دی ہوئی اس خبر کو بھی جھٹلایا کہ تم مرنے کے بعد پھر اٹھائے جاؤ گے۔

*16 Although every nation denied only the Messenger who was sent to it, as it denied the news which all the Messengers have been presenting unanimously, denying one Messenger, therefore, amounted to denying all of them. Moreover, these nations did not merely deny the apostleship of the Messenger who had come to them, but they were not at all inclined to believe that a mere human could be appointed by Allah for the guidance of other men. Therefore, they denied apostleship itself, and the crime of no one was confined to belying and rejecting any one Messenger only.

*16 اگرچہ ہر قوم نے صرف اس رسول کو جھٹلایا جو اس کے پاس بھیجا گیا تھا، مگر چونکہ وہ اس خبر کو جھٹلا رہی تھی جو تمام رسول بالاتفاق پیش کرتے رہے ہیں، اس لیے ایک رسول کو جھٹلانا درحقیقت تمام رسولوں کو جھٹلا دینا تھا۔ علاوہ بریں ان قوموں میں سے ہر ایک نے محض اپنے ہاں آنے والے رسول ہی کی رسالت کا انکار نہ کیا تھا بلکہ وہ سرے سے یہی بات ماننے کے لیے تیار نہ تھیں کہ انسانوں کی ہدایت کے لیے انسان اللہ تعالیٰ کی طرف سے مامور ہو کر آسکتا ہے، اس لیے نفس رسالت کی منکر تھیں اور ان میں سے کسی کا جرم بھی صرف ایک رسول کی تکذیب تک محدود نہ تھا۔

*17 This is a reasoning from history for the Hereafter. In the preceding six verses, arguments were given for the possibility of the Hereafter; in these the historical end of the nations of Arabia and the adjoining lands has been presented as an argument to prove that the doctrine of the Hereafter which all the Prophets have been presenting, is the very truth, for whichever nation denied it became involved in the moral degeneration of the worst kind with the result that the torment of God descended on it and eliminated it from the world. This necessary result of the

denial of the Hereafter and moral perversion which one can witness throughout history, is an express proof of the fact that man has not been created to be irresponsible in this world, but definitely he has to render an account of his deeds as soon as the time limit for action at his disposal comes to an end. That is why whenever he works in the world irresponsibly, his whole life pattern is set on the path of ruin. If evil and wrong results go on following a course of action successively, it is a clear proof that that course of action is in conflict with the truth.

*17 یہ آخرت کے حق میں تاریخی استدلال ہے۔ اس سے پہلے کی 6 آیتوں میں امکان آخرت کے دلائل دیے گئے تھے، اور اب ان آیات میں عرب اور اس کے گردوپیش کی قوموں کے تاریخی انجام کو اس بات کی دلیل کے طور پر پیش کیا گیا ہے کہ آخرت کا جو عقیدہ تمام انبیاء علیہم السلام پیش کرتے رہے ہیں وہی حقیقت کے عین مطابق ہے، کیونکہ اس کا انکار جس قوم نے بھی کیا وہ شدید اخلاقی بگاڑ میں مبتلا ہو کر رہی اور آخر کار خدا کے عذاب نے آکر اس کے وجود سے دنیا کو پاک کیا۔ آخرت کے انکار اور اخلاق کے بگاڑ کا یہ نتیجہ، جو تاریخ کے دوران میں مسلسل نظر آرہا ہے، اس امر کا صریح ثبوت ہے کہ انسان فی الواقع اس دنیا میں غیر ذمہ دار اور غیر جواب دہ بنا کر نہیں چھوڑ دیا گیا ہے بلکہ اسے لازماً اپنی مہلت عمل ختم ہونے کے بعد اپنے اعمال کا حساب دینا ہے۔ اسی لیے تو جب کبھی وہ اپنے آپ کو غیر ذمہ دار سمجھ کر دنیا میں کام کرتا ہے، اس کی پوری زندگی تباہی کے راستے پر چل پڑتی ہے۔ کسی کام سے اگر پے در پے غلط نتائج برآمد ہوتے چلے جائیں تو یہ اس بات کی کھلی علامت ہے کہ وہ کام حقیقت سے متصادم ہو رہا ہے۔

أَفَعَيِينَا بِالْخَلْقِ الْأَوَّلِ ۚ بَلْ هُمْ فِي لَبْسٍ مِّنْ خَلْقٍ جَدِيدٍ ﴿١٥﴾	تو کیا ہم تھک گئے پہلی بار پیدا کر کے۔ بلکہ یہ ہیں شک میں ازسرنو پیدا کئے جانے کے بارے میں۔ *18	15. Were We then worn out by the first creation. But they are in doubt about a new creation. *18

***18 This is a rational argument for the Hereafter. The person who is not a denier of God and is also not so foolish as to regard this excellently ordered universe and the creation of man in it as a mere accident, cannot help but admit that God alone has created man and this whole universe. Now this fact that we exist alive in this world and this great workhouse of the earth and heavens is functioning before us, by itself is an obvious proof that God is in no way powerless in creating us and this universe. Yet if a man says that after bringing about Resurrection the same God will not be able to bring about a new world order and will not be able to create us once again, he says an irrational thing. Had God been powerless, He would not have been able to create all this in the first instance. When He has created the universe in the first instance and we ourselves came into existence by virtue of that act of creation, what can then be the rational ground for assuming that He will become powerless to re-make the dismantled thing originally made by Himself?**

*18 یہ آخرت کے حق میں عقلی استدلال ہے۔ جو شخص خدا کا منکر نہ ہو اور حماقت کی اس حد تک نہ پہنچ گیا ہو کہ اس منظم کائنات اور اس کے اندر انسان کی پیدائش کو محض ایک اتفاقی حادثہ قرار دینے لگے، اس کے لیے یہ مانے بغیر چارہ نہیں ہے کہ خدا ہی نے ہمیں اور اس پوری کائنات کو پیدا کیا ہے۔ اب یہ امر واقعہ کہ ہم اس دنیا میں زندہ موجود ہیں اور زمین و آسمان کا یہ سارا کارخانہ ہماری آنکھوں کے سامنے چل رہا ہے، آپ ہی اس بات کا صریح ثبوت ہے کہ خدا ہمیں اور اس کائنات کو پیدا کرنے سے عاجز نہ تھا۔ اس کے بعد اگر کوئی شخص یہ کہتا ہے کہ قیامت برپا کرنے کے بعد وہی خدا ایک دوسرا نظام عالم نہ بنا سکے گا، اور موت کے بعد وہ ہمیں دوبارہ پیدا نہ کر سکے گا، تو وہ محض ایک خلاف عقل بات کہتا ہے۔ خدا عاجز ہوتا تو پہلے ہی پیدا نہ کر سکتا۔

جب وہ پہلے پیدا کر چکا ہے اور اسی تخلیق کی بدولت ہم خود وجود میں آئے بیٹھے ہیں، تو یہ فرض کر لینے کے لیے آخر کیا معقول بنیاد ہو سکتی ہے کہ اپنی ہی بنائی ہوئی چیز کو توڑ کر پھر بنا دینے سے وہ عاجز ہو جائے گا؟

وَ لَقَدۡ خَلَقۡنَا الۡاِنۡسَانَ وَنَعۡلَمُ مَا تُوَسۡوِسُ بِهٖ نَفۡسُهٗ ۖۚ وَ نَحۡنُ اَقۡرَبُ اِلَیۡهِ مِنۡ حَبۡلِ الۡوَرِیۡدِ ﴿۱۶﴾	اور بیشک *19 ہم نے پیدا کیا انسان کو اور ہم جانتے ہیں انکو جو وسوسے گذرتے ہیں اسکے نفس میں ۔ اور ہم ہیں زیادہ قریب اسکے رگ جان سے ۔ *20	16. And indeed*19 We created man and We know what whisperings go through his self, and We are nearer to him than jugular vein. *20

*19 After presenting the arguments for the Hereafter, it is being stated: Whether you believe in the Hereafter, or deny it, it has to come in any case, and it is such a reality which will certainly come about in spite of your denial. If you heed the warning given by the Prophets in advance and prepare for it, you will be doing good to yourselves. If you do not believe in it, you will be inviting your own doom. Your denial will not prevent the Hereafter from taking place and God's law of justice will not became suspended.

*19 آخرت کے دلائل بیان کرنے کے بعد اب یہ فرمایا جا رہا ہے کہ تم چاہے اس آخرت کو مانو یا اس کا انکار کرو، بہر حال اس کو آنا ہے اور یہ ایک ایسا امر واقعہ ہے جو تمہارے انکار کے باوجود پیش آ کر رہے گا۔ انبیاء کی پیشگی تنبیہ کو مان کر اس وقت کے لیے پہلے سے تیاری کر لو گے تو اپنا بھلا کرو گے۔ نہ مانو گے تو خود ہی اپنی شامت بلاؤ گے۔ تمہارے نہ ماننے سے آخرت آتے آتے رک نہیں جائے گی اور خدا کا قانون عدل معطل نہ ہو جائے گا۔

*20 That is, Our power and Our knowledge has so encompassed man from within and without that Our power

and knowledge is closer to him than his own jugular-vein. We do not have to travel from a distance to hear what he says, but We directly know every thought that arises in his heart. Likewise, when We shall want to seize him, We will not have to seize him after covering a distance, for wherever he is, he is in Our grasp; and whenever We will, We will seize him.

*20 یعنی ہماری قدرت اور ہمارے علم نے انسان کو اندر اور باہر سے اس طرح گھیر رکھا ہے کہ اس کی رگ گردن بھی اس سے اتنی قریب نہیں ہے جتنا ہمارا علم اور ہماری قدرت اس سے قریب ہے۔ اس کی بات سننے کے لیے ہمیں کہیں سے چل کر نہیں آنا پڑتا، اس کے دل میں آنے والے خیالات تک کو ہم براہ راست جانتے ہیں۔ اسی طرح اگر اسے پکڑنا ہوگا تو ہم کہیں سے آکر اس کو نہیں پکڑیں گے، وہ جہاں بھی ہے ہر وقت ہماری گرفت میں ہے، جب چاہیں گے اسے دھر لیں گے۔

17. When (record) receive the two receivers, on the right and on the left, seated.	جب (لکھ) لیتے ہیں دو لینے والے دائیں اور بائیں بیٹھے ہوئے۔	إِذْ يَتَلَقَّى الْمُتَلَقِّيَانِ عَنِ الْيَمِينِ وَ عَنِ الشِّمَالِ قَعِيدٌ ﴿١٧﴾
18. He does not utter any word but there is with him a guard, ever ready. *21	نہیں بولتا کوئی بات مگر اسکے پاس ہے ایک نگہبان تیار۔ *21	مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ إِلَّا لَدَيْهِ رَقِيبٌ عَتِيدٌ ﴿١٨﴾

*21 That is, on the one hand, We directly know man's actions and movements, even his hidden thoughts; on the other hand, every man has two angels appointed over him, who are recording whatever he does and says; none of his actions or words is left unrecorded. This means that when

man is produced in the court of Allah, Allah at that time Himself will also be knowing what each person has done in the world. Besides, there will also be two witnesses who will produce documentary evidence of the person's actions and deeds. As to what will be the nature of this documentary evidence, it is difficult for us to have a precise concept of it. But from the facts that we are witnessing today, it seems certain that the voices and pictures and marks of man's actions and movements are being preserved and imprinted on every particle of the environment in which he lives and works, and each one of these can be reproduced in exactly the same form and voice so as to leave no difference whatsoever between the original and its copy. Man is doing this on a very limited scale with the help of his inventions, but the angels of God neither stand in need of these machines nor are bound by any limitation. Man's own body and everything around it is their tape and their film upon which they can record every voice and every image along with its minutest and most delicate detail precisely and exactly, and can make man hear, on the Day of Resurrection, with his own ears, in his own voice, those very things which he talked in the world, and can make him see, with his own eyes, the pictures of all his misdeeds, whose genuineness he would not possibly be able to deny.

Here, one should also understand that in the court of the Hereafter, Allah will not punish anybody only on the basis of His own knowledge, but will punish him after fulfilling all the requirements of justice. That is why an exhaustive record is being prepared of every person's words and deeds

in the world so that a complete proof with undeniable evidence becomes available of everyone's life work and activity.

21*یعنی ایک طرف تو ہم خود براہ راست انسان کی حرکات و سکنات اور اس کے خیالات کو جانتے ہیں، دوسری طرف ہر انسان پر دو فرشتے مامور ہیں جو اس کی ایک ایک بات کو نوٹ کر رہے ہیں اور اس کا کوئی قول و فعل ان کے ریکارڈ سے نہیں چھوٹتا۔ اس کی معنی یہ ہیں کہ جس وقت اللہ تعالیٰ کی عدالت میں انسان کی پیشی ہوگی اس وقت اللہ کو خود بھی معلوم ہوگا کہ کون کیا کر کے آیا ہے، اور اس پر شہادت دینے کے لیے دو گواہ بھی موجود ہوں گے جو اس کے اعمال کا دستاویزی ثبوت لا کر سامنے رکھ دیں گے۔ یہ دستاویزی ثبوت کس نوعیت کا ہوگا، اس کا ٹھیک ٹھیک تصور کرنا تو ہمارے لیے مشکل ہے۔ مگر جو حقائق آج ہمارے سامنے آرہے ہیں انہیں دیکھ کر یہ بات بالکل یقینی معلوم ہوتی ہے۔ کہ جس فضا میں انسان رہتا اور کام کرتا ہے اس میں ہر طرف اس کی آوازیں، اس کی تصویریں اور اس کی حرکات و سکنات کے نقوش ذرے ذرے پر ثبت ہو رہے ہیں اور ان میں سے ہر چیز کو بعینہٖ ان ہی شکلوں اور آوازوں میں دوبارہ اس طرح پیش کیا جا سکتا ہے کہ اصل اور نقل میں ذرہ برابر فرق نہ ہو۔ انسان یہ کام نہایت ہی محدود پیمانے پر آلات کی مدد سے کر رہا ہے۔ لیکن خدا کے فرشتے نہ ان آلات کے محتاج ہیں نہ ان قیود سے مقید۔ انسان کا اپنا جسم اور اس کے گرد و پیش کی ہر چیز ان کی ٹیپ اور ان کی فلم ہے جس پر وہ ہر آواز اور ہر تصویر کو اس کی نازک ترین تفصیلات کے ساتھ جوں کی توں ثبت کر سکتے ہیں اور قیامت کے روز آدمی کو اس کے اپنے کانوں سے اس کی اپنی آواز میں اس کی وہ باتیں سنوا سکتے ہیں جو وہ دنیا میں کرتا تھا، اور اس کی اپنی آنکھوں سے اس کے اپنے تمام کرتوتوں کی چلتی پھرتی تصویریں دکھا سکتے ہیں جن کی صحت سے انکار کرنا اس کے لیے ممکن نہ رہے۔

اس مقام پر یہ بات بھی اچھی طرح سمجھ لینی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ آخرت کی عدالت میں کسی شخص کو محض اپنے ذاتی علم کی بنا پر سزا نہ دے دیگا بلکہ عدل کی تمام شرائط پوری کر کے اس کو سزا دے گا۔ اسی لیے دنیا میں ہر شخص کے اقوال و افعال کا مکمل ریکارڈ تیار کرایا جا رہا ہے تاکہ اس کی کارگزاریوں کو پورا ثبوت ناقابل انکار شہادتوں سے فراہم ہو جائے۔

19. And has come the agony of death with the truth. *22 That is what you were trying to escape from. *23	اور طاری ہو گئی موت کی بیہوشی حق کیساتھ *22۔ یہی ہے وہ تھا تو جس سے بھاگتا۔ *23	وَجَآءَتۡ سَكۡرَةُ الۡمَوۡتِ بِالۡحَقِّ ؕ ذٰلِكَ مَا كُنۡتَ مِنۡهُ تَحِيۡدُ ۝١٩

*22 "Come with the truth" implies that the agony of death is the starting point when the reality which had remained concealed in the world, begins to be uncovered. At this point man starts seeing clearly the other world of which the Prophet had forewarned him. Here, man also comes to know that the Hereafter is the very truth, and also this whether he is entering this second stage of life as favored or damned.

*22 حق لے کر آپہنچے سے مراد یہ ہے کہ موت کی جانکنی وہ نقطۂ آغاز ہے جہاں سے وہ حقیقت کھلنی شروع ہو جاتی جس پر دنیا کی زندگی میں پردہ پڑا ہوا تھا۔ اس مقام سے آدمی وہ دوسرا عالم صاف دیکھنے لگتا ہے جس کی خبر انبیاء علیہم السلام نے دی تھی۔ یہاں آدمی کو یہ بھی معلوم ہو جاتا ہے کہ آخرت بالکل برحق ہے، اور یہ حقیقت بھی اس کو معلوم ہو جاتی ہے کہ زندگی کے اس دوسرے مرحلے میں وہ نیک بخت کی حیثیت سے داخل ہورہا ہے یا بد بخت کی حیثیت سے۔

*23 That is, this is the same reality which you refused to believe. You desired that you should live and go about as an unbridled rogue in the world, and there should be no other life after death, in which you may have to suffer for the consequences of your deeds. That is why you shunned the concept of the Hereafter and were not at all inclined to believe that this next world would ever be established. Now, you may see that the same next world is unveiling itself

before you.

*23 یعنی یہ وہی حقیقت ہے جس کو ماننے سے تو کنی کتراتا تھا۔ تو چاہتا تھا کہ دنیا میں بے نتھے بیل کی طرح چھوٹا پھرے اور مرنے کے بعد کوئی دوسری زندگی نہ ہو جس میں تجھے اپنے اعمال کا خمیازہ بھگتنا پڑے۔ اسی لیے آخرت کے تصور سے تو دور بھاگتا تھا اور کسی طرح یہ ماننے کے لیے تیار نہ تھا کہ کبھی یہ عالم بھی برپا ہونا ہے۔ اب دیکھ لے، یہ وہی دوسرا عالم تیرے سامنے آرہا ہے۔

20. And the trumpet is blown. *24 That is the Day of promise.	اور پھونکا گیا صور میں*24۔ یہی ہے دن وعدے کا۔	وَ نُفِخَ فِي الصُّوْرِ ؕ ذٰلِكَ يَوْمُ الْوَعِيْدِ ﴿٢٠﴾

*24 This implies that blowing of the Trumpet at which all dead men will rise back to life in their own physical bodies. For explanation, see E.N. 47 of Suarh Al-Anaam; E.N. 57 of Suarh Ibrahim; E.N. 78 of Suarh TaHa; E.N.1 of Suarh Al-Hajj; E.Ns 46,47 of Suarh YaSeen, and E.N. 79 of Suarh Az-Zumar.

*24 اس سے مراد وہ نفخ صور ہے جس کے ساتھ ہی تمام مرے ہوئے لوگ دوبارہ حیات جسمانی پا کر اٹھ کھڑے ہوں گے۔ تشریح کے لیے ملاحظہ ہو تفہیم القرآن، جلد اول، الانعام، حاشیہ 47۔ جلد دوم، ابراہیم، حاشیہ 57۔ جلد سوم، طٰہٰ، حاشیہ 78۔ الحج، حاشیہ 1۔ جلد چہارم، یٰس، حواشی 46۔47۔ الزمر، حاشیہ 79۔

21. And will come every soul, with it a driver and a witness. *25	اور آئیگا ہر شخص اسکے ساتھ ہے ایک ہانکنے والا اور ایک گواہی دینے والا۔*25	وَ جَآءَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّعَهَا سَآئِقٌ وَّ شَهِيْدٌ ﴿٢١﴾

*25 Most probably this implies the same two angels who had been appointed for compiling the record of the words and deeds of the person in the world. On the Day of

Resurrection, when every man will rise from his grave on the sounding of the Trumpet, the two angels will come forth immediately and take him into their custody. One of them will drive him to the divine court and the other will be carrying his record.

*25 اغلب یہ ہے کہ اس سے مراد وہی دو فرشتے ہیں جو دنیا میں اس شخص کے قول و عمل کا ریکارڈ مرتب کرنے کے لیے مامور رہے تھے۔ قیامت کے روز جب صور کی آواز بلند ہوتے ہی ہر انسان اپنے مرقد سے اٹھے گا تو فوراً وہ دونوں فرشتے آکر اسے اپنے چارج میں لے لیں گے۔ ایک اسے عدالت گاہ خداوندی کی طرف ہانکتا ہوا لے چلے گا اور دوسرا اس کا نامۂ اعمال ساتھ لیے ہوئے ہوگا۔

لَقَدۡ كُنۡتَ فِىۡ غَفۡلَةٍ مِّنۡ هٰذَا فَكَشَفۡنَا عَنۡكَ غِطَآءَكَ فَبَصَرُكَ الۡيَوۡمَ حَدِيۡدٌ ﴿۲۲﴾	یقیناً تو تھا غفلت میں اس سے۔ پس ہٹا دیا ہے ہم نے تجھ پر سے تیرا پردہ تو تیری نگاہ آج کے دن خوب تیز ہے۔ *26	22. Indeed, you were in heedlessness of this. So We have removed from you your covering, so your sight, this day, is very sharp. *26

*26 That is, you can clearly see that everything of which the Prophets foretold is present here.

*26 یعنی اب تو تجھے خوب نظر آرہا ہے کہ وہ سب کچھ یہاں موجود ہے جس کی خبر خدا کے نبی تجھے دیتے تھے۔

وَ قَالَ قَرِيۡنُهٗ هٰذَا مَا لَدَىَّ عَتِيۡدٌ ؕ ﴿۲۳﴾	اور کہے گا اسکا ہم نشیں (فرشتہ) یہ ہے جو میرے پاس تیار (شہادت)۔ *27	23. And will say his companion (angel), this is what I have ready (as testimony). *27

*27 Some commentators say that the companion implies the angel who has been referred to as a witness in verse 21. He will say: I have this person's record ready with me here. Some other commentators say that the companion implies the satan who was attached to the person in the world. He will say: This person whom I was controlling and preparing for Hell, is now presented before You. But the commentary that is more relevant to the context is the one that has been reported from Qatadah and Ibn Zaid. They say that the companion implies the angel who drove and brought the person to Allah's court. He will say: Here is the person who had been given in my charge.

*27بعض مفسرین نے اس کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ ''ساتھی'' سے مراد وہ فرشتہ ہے جسے آیت نمبر 21 میں ''گواہی دینے والا'' فرمایا گیا ہے۔ وہ کہے گا کہ یہ اس شخص کا نامۂ عمال میرے پاس تیار ہے۔ کچھ دوسرے مفسرین کہتے ہیں کہ ''ساتھی'' سے مراد وہ شیطان ہے جو دنیا میں اس شخص کے ساتھ لگا ہوا تھا۔ وہ عرض کرے گا کہ یہ شخص جس کو میں نے اپنے قابو میں کر کے جہنم کے لیے تیار کیا تھا اب آپ کی خدمت میں حاضر ہے۔ مگر سیاق و سباق سے زیادہ مناسبت رکھنے والی تفسیر وہ ہے جو قتادہ اور ابن زید سے منقول ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ساتھی سے مراد ہانک کر لانے والا فرشتہ ہے اور وہی عدالت الٰہی میں پہنچ کر عرض کرے گا کہ یہ شخص جو میری سپردگی میں تھا سرکار کی پیشی میں حاضر ہے۔

24. Cast into Hell*28 every ungrateful, stubborn.*29	ڈالدو دوزخ میں*28 ہر ناشکرے سرکش کو۔*29	أَلْقِيَا فِي جَهَنَّمَ كُلَّ كَفَّارٍ عَنِيدٍ ۙ ﴿٢٤﴾

*28 As the context shows this command will be given to the two angels who had taken the culprit into their custody as soon as he had risen from the grave, and then brought him before the court.

28*اصل الفاظ ہیں اَلْقِیَا فِیْ جَهَنَّمَ، ''پھینک دو جہنم میں تم دونوں''۔ سلسلہ کلام خود بتا رہا ہے کہ یہ حکم ان دونوں فرشتوں کو دیا جائے گا جنھوں نے مرقد سے اٹھتے ہی مجرم کو گرفتار کیا تھا اور لا کر عدالت میں حاضر کر دیا تھا۔

***29 The word *kaffar* as used in the text means an ungrateful person as well as a denier of the truth.**

29*اصل میں لفظ ''کَفَّار'' استعمال ہوا ہے جس کے دو معنی ہیں۔ ایک، سخت ناشکرا۔ دوسرے سخت منکر حق۔

25. Hinderer*30 of good, transgressor, *31 doubter *32.	روکنے والا*30 خیر کا حد سے گذرنیوالا*31 شکی*32۔	مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ مُّرِيْبِۨ ﴿۲۵﴾

***30 *Khair* in Arabic is used both for wealth and for goodness. According to the first meaning, the sentence means that he paid no one his dues from his wealth, neither the dues of Allah nor of the people. According to the second meaning, it would mean that he did not only withhold himself from the path of goodness but forbade others also to follow it. He had become a hindrance for the people in the way of goodness and exerted his utmost to see that goodness did not spread.**

30*خیر کا لفظ عربی زبان میں مال کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے اور بھلائی کے لیے بھی۔ پہلے معنی کے لحاظ سے مطلب یہ ہے کہ وہ اپنے مال میں سے کسی کا حق ادا نہ کرتا تھا۔ نہ خدا کا نہ بندوں کا۔ دوسرے معنی کے لحاظ سے مطلب یہ ہو گا کہ وہ بھلائی کے راستے سے خود ہی رک جانے پر اکتفا نہ کرتا تھا بلکہ دوسروں کو بھی اس سے روکتا تھا۔ دنیا میں خیر کے لیے سدِّراہ بنا ہوا تھا۔ اپنی ساری قوتیں اس کام میں صرف کر رہا تھا کہ نیکی کسی طرح پھیلنے نہ پائے۔

*31 That is, he transgressed the bounds of morality in everything he did. He was ever ready to do anything and everything for the sake of his interests, his desires and his lusts. He amassed wealth by unlawful means and spent it in unlawful ways. He usurped the people's rights, had neither control over his tongue nor over his hands, and committed every injustice and excess. He did not rest content with creating hindrances in the way of goodness but harassed those who adopted goodness and persecuted those who worked for it.

*31یعنی اپنے ہر کام میں اخلاق کی حدیں توڑ دینے والا تھا۔ اپنے مفاد اور اپنی اغراض اور خواہشات کی خاطر سب کچھ کر گزرنے کے لیے تیار تھا۔ حرام طریقوں سے مال سمیٹتا اور حرام راستوں میں صرف کرتا تھا۔ لوگوں کے حقوق پر دست درازیاں کرتا تھا۔ نہ اس کی زبان کسی حد کی پابند تھی نہ اس کے ہاتھ کسی ظلم اور زیادتی سے رکتے تھے۔ بھلائی کے راستے میں صرف رکاوٹیں ڈالنے ہی پر بس نہ کرتا تھا بلکہ اس سے آگے بڑھ کر بھلائی اختیار کرنے والوں کو ستاتا تھا اور بھلائی کے لیے کام کرنے والوں پر ستم ڈھاتا تھا۔

*32 The word *murib* as used in the original has two meanings: a doubter and the one who puts others in doubt, and both are implied here. It means that he was not only himself involved in doubt but also created doubts in the hearts of others. He held as doubtful the Being of Allah and the Hereafter and the angels and the Prophethood and revelation and every other truth of religion. Anything that was presented by the Prophets as a truth was held as unbelievable by him, and the same disease he spread to other people. Whomsoever he came in contact with, he would create one or the other doubt, one or the other evil thought in his mind.

32* اصل میں لفظ ''مُرِیْب'' استعمال ہوا ہے جس کے دو معنی ہیں۔ ایک، شک کرنے والا۔ دوسرے، شک میں ڈالنے والا۔ اور دونوں ہی معنی یہاں مراد ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ وہ خود شک میں پڑا ہوا تھا اور دوسروں کے دلوں میں شکوک ڈالتا تھا۔ اس کے نزدیک اللہ اور آخرت اور ملائکہ اور رسالت اور وحی، غرض دین کی سب صداقتیں مشکوک تھیں۔ حق کی جو بات بھی انبیاء کی طرف سے پیش کی جاتی تھی اس کے خیال میں وہ قابل یقین نہ تھی۔ اور یہی بیماری وہ اللہ کے دوسرے بندوں کو لگاتا پھرتا تھا۔ جس شخص سے بھی اس کو سابقہ پیش آتا اس کے دل میں وہ کوئی نہ کوئی شک اور کوئی نہ کوئی وسوسہ ڈال دیتا۔

26. He who had made up with Allah another god, so cast him into the severe punishment. *33	وہ جس نے مقرر کر رکھا تھا اللہ کے ساتھ دوسرا معبود تو ڈالدو اسکو سخت عذاب میں۔ *33	الَّذِیۡ جَعَلَ مَعَ اللّٰہِ اِلٰـہًا اٰخَرَ فَاَلۡقِیٰہُ فِی الۡعَذَابِ الشَّدِیۡدِ ﴿۲۶﴾

*33 Allah, in these verses, has enumerated the qualities that make a man worthy of Hell:

(1) Denial of the truth.

(2) Ingratitude to Allah.

(3) Enmity for the Truth and the followers of the truth.

(4) To become a hindrance in the way of goodness.

(5) Failure to fulfill the rights of Allah and the people from his wealth.

(6) To transgress the bounds in his affairs.

(7) To commit injustices and excesses against others.

(8) To doubt the truths of religion.

(9) To create doubts in the hearts of the people.

(10) To hold another as an associate in the Godhead of Allah.

*33 ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے وہ صفات گن کر بتا دی ہیں جو انسان کو جہنم کا مستحق بنانے والی ہیں، (1) انکارِ حق (2) خدا کی ناشکری (3) حق اور اہل حق سے عناد (4) بھلائی کے راستے میں سدِّراہ بننا (5) اپنے مال سے خدا اور بندوں کے حقوق ادا نہ کرنا (6) اپنے معاملات میں حدود سے تجاوز کرنا (7) لوگوں پر ظلم اور زیادتیاں کرنا (8) دین کی صداقتوں پر شک کرنا (9) دوسروں کے دلوں میں شکوک ڈالنا اور (10) اللہ کے ساتھ کسی دوسرے کو خدائی میں شریک ٹھیرانا۔

قَالَ قَرِيۡنُهٗ رَبَّنَا مَاۤ اَطۡغَيۡتُهٗ وَلٰـكِنۡ كَانَ فِىۡ ضَلٰلٍۢ بَعِيۡدٍ ﴿۲۷﴾	کہے گا اسکا ساتھی ہمارے رب نہیں کیا میں نے اسکو سرکش بلکہ یہ تھا دور کی گمراہی میں۔ *34	27. Will say His companion: Our Lord, I did not cause him to rebel, but he was in extreme error. *34

*34 Here by companion is meant the satan who was attached to the disobedient person in the world. And this also becomes evident from the style that both the person and his satan are disputing between themselves in the court of Allah. He says: My Lord, this wretched one pursued me in the world and did not leave me until he succeeded in misleading me, therefore he alone should be punished. And the satan replies: Lord, I had no power over him. Had he not himself willed to become rebellious, I could not have seduced him forcibly. This wretched person himself fled from goodness and was fascinated by evil. That is why he did not like anything that the Prophets presented and went on yielding to every temptation and inducement presented by me.

*34 یہاں کلام خود بتا رہا ہے کہ ''ساتھی'' سے مراد وہ شیطان ہے جو دنیا میں اس شخص کے ساتھ لگا ہوا

تھا۔ اور یہ بات بھی انداز بیان ہی سے مترشح ہوتی ہے کہ وہ شخص اور اس کا شیطان، دونوں خدا کی عدالت میں ایک دوسرے سے جھگڑ رہے ہیں۔ وہ کہتا ہے کہ حضور، یہ ظالم میرے پیچھے پڑا ہوا تھا اور اسی نے آخر کار مجھے گمراہ کر کے چھوڑا، اس لیے سزا اس کو ملنی چاہیے۔ اور شیطان جواب میں کہتا ہے کہ سرکار، میرا اس پر کوئی زور تو نہیں تھا کہ یہ سرکش نہ بننا چاہتا ہو اور میں نے زبردستی اس کو سرکش بنا دیا ہو۔ یہ کم بخت تو خود نیکی سے نفور اور بدی پر فریفتہ تھا۔ اسی لیے انبیاء کی کوئی بات اسے پسند نہ آئی اور میری ترغیبات پر پھسلتا چلا گیا۔

قَالَ لَا تَخۡتَصِمُوۡا لَدَیَّ وَ قَدۡ قَدَّمۡتُ اِلَیۡکُمۡ بِالۡوَعِیۡدِ ﴿۲۸﴾	وہ (اللہ) کہے گا نہ جھگڑا کرو میرے حضور میں جبکہ میں بھیج چکا تھا پہلے تمہارے پاس وعید۔ *35	28. He (Allah) will say: Do not dispute in My presence. While I had already sent to you the warning. *35

*35 That is, I had warned both of you as to what punishment will be given to the one who beguiles and what punishment will be suffered by him who is beguiled. In spite of this warning when you did not desist from committing your respective crimes, there is no use quarreling now. Both, the one who beguiled and the one who was beguiled have to be punished for the crimes committed by them.

*35 یعنی تم دونوں ہی کو میں نے متنبہ کر دیا تھا کہ تم میں سے جو بہکائے گا وہ کیا سزا پائے گا اور جو بہکے گا اسے کیا خمیازہ بھگتنا پڑے گا۔ میری اس تنبیہ کے باوجود جب تم دونوں اپنے اپنے حصے کا جرم کرنے سے باز نہ آئے تو اب جھگڑا کرنے سے حاصل کیا ہے۔ بھٹکنے والے کو بھٹکنے کی اور بہکانے والے کو بہکانے کی سزا تو اب لازماً ملنی ہی ہے۔

29. Can not be changed the decree with me,*36 nor am I unjust to My servants. *37	نہیں بدلا کرتی بات میرے پاس *36اور نہیں ہوں میں ظلم کرنے والا اپنے بندوں پر۔ *37	مَا يُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَيَّ وَ مَآ اَنَا بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ﴿٢٩﴾

*36 That is, it is not My way to change the decisions once taken. The decision that I have taken to cast you into Hell cannot be withdrawn, nor can the law that I had announced in the world be changed that the punishment for misleading and for being misled will be awarded in the Hereafter.

*36 یعنی فیصلے بدلنے کا دستور میرے ہاں نہیں ہے۔ تم کو جہنم میں پھینک دینے کا جو حکم میں دے چکا ہوں اب واپس نہیں لیا جا سکتا۔ اور نہ اس قانون ہی کو بدلا جا سکتا ہے جس کا اعلان میں نے دنیا میں کر دیا تھا کہ گمراہ کرنے اور گمراہ ہونے کی کیا سزا آخرت میں دی جائے گی۔

*37 The word *zallam* as used in the original means the one who is highly unjust. It does not mean: I am unjust to My servants but not highly unjust. But it means: If I were unjust to My own servants being their Creator and Sustainer, I would be highly unjust. Therefore, I am not at all unjust to My servants. This punishment that I am giving you is precisely the same punishment which you have made yourselves worthy of. You are not being punished an iota more than what you actually deserve, for My court is a court of impartial justice. Here, no one can receive a punishment which he does not actually deserve, and for which his being worthy has not been proved by certain and undeniable evidence.

*37 اصل میں لفظ "ظَلَّام" استعمال ہوا ہے جس کے معنی بہت بڑے ظالم کے ہیں۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اپنے بندوں کے حق میں ظالم تو ہوں مگر بہت بڑا ظالم نہیں ہوں۔ بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر میں خالق اور رب ہو کر اپنی ہی پروردہ مخلوق پر ظلم کروں تو بہت بڑا ظالم ہوں گا۔ اس لیے میں کوئی ظلم بھی اپنے بندوں پر نہیں کرتا۔ یہ سزا جو میں تم کو دے رہا ہوں یہ ٹھیک وہی سزا ہے جس کا مستحق تم نے اپنے آپ کو خود بنایا ہے۔ تمہارے استحقاق سے رتی بھر بھی زیادہ سزا تمہیں نہیں دی جا رہی ہے۔ میری عدالت بے لاگ انصاف کی عدالت ہے۔ یہاں کوئی شخص کوئی ایسی سزا نہیں پا سکتا جس کا وہ فی الحقیقت مستحق نہ ہو اور جس کے لیے اس کا استحقاق بالکل یقینی شہادتوں سے ثابت نہ کر دیا گیا ہو۔

30. The Day We shall say to Hell: Have you been filled. And it will say: Is there any more. *38	اس دن ہم کہیں گے دوزخ سے کیا تو بھر گئی اور وہ کہے گی کیا ہے کچھ اور۔ *38	يَوْمَ نَقُوْلُ لِجَهَنَّمَ هَلِ امْتَلَأْتِ وَ تَقُوْلُ هَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ ﴿۳۰﴾

*38 This can have two meanings:
(1) There is no room in me for more men.
(2) Bring all other culprits who may be there.
According to the first meaning the scene depicted would be that Hell has been so stuffed up with culprits that it cannot hold any more; so much so that when it was asked: Are you full? It cried out, alarmed: Are there still more culprits to come? According to the second meaning, the scene depicted before the mind is that the wrath of Hell is so flared up against the culprits that it is constantly demanding more and more of them to be cast into it so that no culprit escapes un-punished.
Here, the question arises: What is the nature of Allah

Almighty's addressing Hell and its reply? Is it only something metaphoric, or is Hell actually a living and intelligent being which may be spoken to and it may respond and give replies? In this regard nothing can, in fact, be said with certainty. Maybe the meaning is metaphoric and only for the purpose of depicting the actual scene of the state of Hell it may have been described in the form of the question and answer, just as one may ask a motor car: Why don't you move forward? And it may say: There is no fuel in me. But this also is quite possible that this conversation is based on reality. Therefore, it is not correct to assume about the things which are lifeless and mute for us in the world that they would be lifeless and mute for Allah as well. The Creator can have communication with any of His creatures and each of His creatures can respond to Him, no matter how incomprehensible its language may be to us.

38*اس کے دو مطلب ہوسکتے ہیں۔ ایک یہ کہ ’’ میرے اندر اب مزید آدمیوں کی گنجائش نہیں ہے۔‘‘ دوسرے یہ کہ ’’اور جتنے مجرم بھی ہیں انہیں لے آیئے ‘‘ پہلا مطلب لیا جائے تو اس ارشاد سے تصور یہ سامنے آتا ہے کہ مجرموں کو جہنم میں اس طرح ٹھونس ٹھونس کر بھر دیا گیا ہے اس میں ایک سوئی کی بھی گنجائش نہیں رہی، حتیٰ کہ جب اس سے پوچھا گیا کی کیا تو بھر گئی تو وہ گھبرا کر چیخ اٹھی کہ کیا ابھی اور آدمی بھی آنے باقی ہیں؟ دوسرا مطلب لیا جائے تو یہ تصور ذہن میں پیدا ہوتا ہے کہ جہنم کا غیظ اس وقت مجرموں پر کچھ اس بری طرح بھڑکا ہوا ہے کہ وہ ھل من مزید کا مطالبہ کیے جاتی ہے اور چاہتی ہے کہ آج کوئی مجرم اس سے چھوٹنے نہ پائے۔

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جہنم سے اللہ تعالیٰ کے اس خطاب اور اس کے جواب کی نوعیت کیا ہے۔؟ کیا

یہ محض مجازی کلام ہے؟ یا فی الواقع جہنم کوئی ذی روح اور ناطق چیز ہے جسے مخاطب کیا جا سکتا ہو اور وہ بات کا جواب دے سکتی ہو؟ اس معاملہ میں درحقیقت کوئی بات قطعیت کے ساتھ نہیں کہی جا سکتی۔ ہو سکتا ہے کہ یہ مجازی کلام ہو اور محض صورت حال کا نقشہ کھینچنے کے لیے جہنم کی کیفیت کو سوال و جواب کی شکل میں بیان کیا گیا ہو، جیسے کوئی شخص یوں کہے کہ میں نے موٹر سے پوچھا تو چلتی کیوں نہیں، اس نے جواب دیا، میرے اندر پٹرول نہیں ہے۔ لیکن یہ بات بھی بالکل ممکن ہے کہ یہ کلام مبنی بر حقیقت ہو۔ اس لیے کہ دنیا کی جو چیزیں ہمارے لیے جامد و صامت ہیں ان کے متعلق ہمارا یہ گمان کرنا درست نہیں ہو سکتا کہ وہ ضرور اللہ تعالیٰ کے لیے بھی ویسی ہی جامد و صامت ہوں گی۔ خالق اپنی ہر مخلوق سے کلام کر سکتا ہے اور اس کی ہر مخلوق اس کے کلام کو جواب دے سکتی ہے خواہ ہمارے لیے اس کی زبان کتنی ہی ناقابل فہم ہو۔

31. And the Paradise shall be brought near to the righteous, not far off. *39	اور قریب کر دی جائے گی جنت متقیوں کے نہ ہو گی کوئی دور *39 ۔	وَ اُزۡلِفَتِ الۡجَنَّةُ لِلۡمُتَّقِيۡنَ غَيۡرَ بَعِيۡدٍ ﴿۳۱﴾

*39 That is, as soon as the judgment will be passed about a person from the court of Allah that he is righteous and worthy of Paradise, he will immediately find Paradise in front of him. He will not have to travel a distance on foot or by a conveyance to reach to it. There will be no interval between the pronouncement of the judgment and his entry into the Paradise. From this it can be judged how different the concept of space and time is between this world and the Hereafter. The concept of space and time that we are familiar in this world will become meaningless there.

*39 یعنی جوں ہی کسی شخص کے متعلق اللہ تعالیٰ کی عدالت سے یہ فیصلہ ہوگا کہ وہ متقی اور جنت کا مستحق ہے، فی الفور وہ جنت کو اپنے سامنے موجود پائے گا۔ وہاں تک پہنچنے کے لیے اسے کوئی مسافت طے نہیں

کرنی پڑے گی کہ پاؤں سے چل کر یا کسی سواری میں بیٹھ کر سفر کرتا ہوا وہاں جائے اور فیصلے کے وقت اور دخول جنت کے درمیان کوئی وقفہ ہو۔ بلکہ ادھر فیصلہ ہوا اور ادھر متقی جنت میں داخل ہوگیا۔ گویا وہ جنت میں پہنچایا نہیں گیا ہ بلکہ خود جنت ہی اٹھا کر اس کے پاس لے آئی گئی ہے۔ اس سے کچھ اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ عالم آخرت میں زمان و مکان کے تصورات ہماری اس دنیا کے تصورات سے کس قدر مختلف ہوں گے۔ جلدی اور دیر اور دوری اور نزدیکی کے وہ سارے مفہومات وہاں بے معنی ہوں گے جن سے ہم اس دنیا میں واقف ہیں۔

هٰذَا مَا تُوۡعَدُوۡنَ لِكُلِّ اَوَّابٍ حَفِيۡظٍ ۚ ﴿۳۲﴾	یہی ہے جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا ہر اسکے لئے جو تھا رجوع کرنیوالا *40 (اللہ کی طرف) حفاظت کرنیوالا۔ *41	32. This is what you were promised, to every such returning*40 (to Allah), heedful. *41

***40** The word *awwab* is very extensive in meaning. It implies the person who might have adopted the way of obedience and Allah's goodwill instead of the way of disobedience, who gives up everything that is disapproved by Allah and adopts everything that is approved by him, who gets alarmed as soon as he swerves a little from the path of worship and obedience, and repents and returns to the path of worship and obedience, who remembers Allah much and turns to Him in all matters of life.

*40 اصل میں لفظ اَوّاب استعمال ہوا ہے جس کا مفہوم بہت وسیع ہے۔ اس سے مراد ایسا شخص ہے جس نے نافرمانی اور خواہشات نفس کی پیروی کا راستہ چھوڑ کر اطاعت اور اللہ کی رضا جوئی کا راستہ اختیار کر لیا ہو، جو ہر اس چیز کو چھوڑ دے جو اللہ کو ناپسند ہے، اور ہر اس چیز کا اختیار کر لے جو اللہ کو پسند ہے، جو راہ بندگی سے ذرا قدم ہٹتے ہی گھبرا اٹھے اور توبہ کر کے بندگی کی راہ پر پلٹ آئے، جو کثرت سے اللہ کو یاد کرنے والا اور اپنے تمام

معاملات میں اس کی طرف رجوع کرنے والا ہو۔

*41 The word *hafeez* means the one who guards. This implies the person who takes care of the bounds and duties enjoined by Allah, who guards the trusts imposed by Allah and avoids the things forbidden by him, who keeps watch over his time, energies and activities to see that none of these is being misemployed or misused, who offers repentance, remains steadfast and keeps it strong and intact, who examines himself over and over again to see that he is not disobeying his Lord anywhere in word or deed.

*41 اصل میں لفظ "حفیظ" استعمال ہوا ہے جس کے معنی ہیں "حفاظت کرنے والا"۔ اس سے مراد ایسا شخص ہے جو اللہ کے حدود اور اس کے فرائض اور اس کی حرمتوں اور اسکی سپرد کی ہوئی امانتوں کی حفاظت کرے، جو ان حقوق کی نگہداشت کرے جو اللہ کی طرف سے اس پر عائد ہوتے ہیں، جو اس عہد وپیمان کی نگہداشت کرے جو ایمان لا کر اس نے اپنے رب سے کیا ہے، جو اپنے اوقات اور اپنی قوتوں اور محنتوں اور کوششوں کی پاسبانی کرے کہ ان میں سے کوئی چیز غلط کاموں میں ضائع نہ ہو، جو توبہ کر کے اس کی حفاظت کرے اور اسے پھر نہ ٹوٹنے دے، جو ہر وقت اپنا جائزہ لے کر دیکھتا رہے کہ کہیں میں اپنے قول یا فعل میں اپنے رب کی نافرمانی تو نہیں کر رہا ہوں۔

مَنۡ خَشِیَ الرَّحۡمٰنَ بِالۡغَیۡبِ وَ جَآءَ بِقَلۡبٍ مُّنِیۡبِ ۣ ﴿۳۳﴾	جو ڈرا رحمن سے بن دیکھے *42 اور آیا اس قلب کیساتھ جو تھا رجوع کرنے والا۔ *43	33. Who feared the Beneficent, unseen *42 and came with a heart that was returning. *43

*42 That is, although he could not see the Merciful God and could not perceive Him by his senses in any way, yet he feared His disobedience. His heart was more dominated by

the fear of the unseen Merciful God than the fear of other perceptible powers and visible and mighty beings, and in spite of knowing that He is All-Merciful, he did not become a sinner, trusting His Mercy, but feared His displeasure in whatever he said and did. Thus, this verse points to two of the believer's important and basic characteristics: First, that he fears God although he cannot see and perceive Him; second, that he does not persist in sin in spite of his full awareness of God's quality of mercy. These very two characteristics make him worthy of honor in the sight of Allah. Besides, there is another subtle point also in it, which Imam Razi has pointed out. In Arabic, there are two words for fear, *khauf* and *khashiyyat*, which have a difference in their shade of meaning. The word *khauf* is generally used for the fear that a man feels in his heart on account of his sense of weakness as against someone's superior power and strength, and the word *khashiyyat* is used for the dread and awe with which a man is filled and inspired because of somebody's glory and grandeur and greatness. Here, the word *khashiyyat* has been used instead of *khauf*, which is meant to point out that a believer does not fear Allah only on account of the fear of His punishment, but it is the sense of Allah's glory and greatness that keeps him awe inspired at all times.

42*یعنی باوجود اس کے کہ رحمٰن اس کو کہیں نظر نہ آتا تھا، اور اپنے حواس سے کسی طرح بھی وہ اس کو محسوس نہ کر سکتا تھا، پھر بھی وہ اس کی نافرمانی کرتے ہوئے ڈرتا تھا۔ اس کے دل پر دوسری محسوس طاقتوں اور علانیہ نظر آنے والی زور آور ہستیوں کے خوف کی بہ نسبت اس اَن دیکھے رحمٰن کا خوف زیادہ غالب تھا۔ اور یہ جانتے ہوئے بھی کہ وہ رحمٰن ہے، اس کی رحمت کے بھروسے پر وہ گناہ گار نہیں بنا بلکہ ہمیشہ اس کی ناراضی

سے ڈرتا ہی رہا۔ اس طرح یہ آیت مومن کی دو اہم اور بنیادی خوبیوں کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ ایک یہ کہ وہ محسوس نہ ہونے اور نظر نہ آنے کے باوجود خدا سے ڈرتا ہے۔ دوسرے یہ کہ وہ خدا کی صفت رحمت سے اچھی طرح واقف ہونے کے باوجود گناہوں پر جری نہیں ہوتا۔ یہی دو خوبیاں اسے اللہ کے ہاں قدر کا مستحق بناتی ہیں۔ اس کے علاوہ اس میں ایک اور لطیف نکتہ بھی ہے جسے امام رازی نے بیان کیا ہے۔ وہ یہ کہ عربی زبان میں ڈر کے لیے خوف اور خشیت، دو لفظ استعمال ہوتے ہیں جن کے مفہوم میں ایک باریک فرق ہے خوف کا لفظ بالعموم اس ڈر کے لئے استعمال ہوتا ہے جو کسی کی طاقت کے مقابلہ میں اپنی کمزوری کے احساس کی بنا پر آدمی کے دل میں پیدا ہو۔ اور خشیت اس ہیبت کے لیے بولتے ہیں جو کسی کی عظمت کے تصور سے آدمی کے دل پر طاری ہو۔ یہاں خوف کے بجائے خشیت کا لفظ استعمال فرمایا گیا ہے جس سے یہ بتانا مقصود ہے کہ مومن کے دل میں اللہ کا ڈر محض اس کی سزا کے خوف ہی سے نہیں ہوتا، بلکہ اس سے بھی بڑھ کر اللہ کی عظمت و بزرگی کا احساس اس پر ہر وقت ایک ہیبت طاری کیے رکھتا ہے۔

***43 The word *munib* in the original is derived from *inabat*, which means to turn to one direction and to turn to the same again and again, just like the needle of the compass that points to the magnetic north persistently, however one may try to turn it away from that direction. Therefore, *qalb-i-munib* would mean such a heart as has turned away from every other direction and turned towards One Allah alone and then kept on turning towards Him again and again throughout life. The same sense has been conveyed by the devoted heart. This shows that in the sight of Allah the man of real worth is he who remains attached and devoted to Allah alone not merely verbally but also truly and sincerely.**

43*اصل الفاظ ہیں ''قَلْبٍ مُّنِیْبٍ'' لے کر آیا ہے۔ منیب انابت سے ہے جس کے معنی ایک طرف

رخ کرنے اور بار بار اسی کی طرف پلٹنے کے ہیں۔ جیسے قطب نما کی سوئی ہمیشہ قطب ہی کی طرف رخ کیے رہتی ہے اور آپ خواہ کتنا ہی ہلائیں جلائیں، وہ ہر پھر کر قطب ہی کی سمت میں آجاتی ہے۔ پھر قلب منیب سے مراد ایسا دل ہے جو ہر طرف سے رخ پھیر کر اللہ کی طرف مڑ گیا اور پھر زندگی بھر جو احوال بھی اس پر گزریں ان میں وہ بار بار اسی کی طرف پلٹتا رہا۔ اسی مفہوم کو ہم نے دل گرویدہ کے الفاظ سے ادا کیا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اللہ کے ہاں اصلی قدر اس شخص کی ہے جو محض زبان سے نہیں بلکہ پورے خلوص کے ساتھ سچے دل سے اسی کا ہو کر رہ جائے۔

34. Enter it in peace. *44 This is the Day of eternal life.	داخل ہو جاؤ اس میں سلامتی کے ساتھ *44 ۔ یہ ہے دن ہمیشہ رہنے کا۔	ادۡخُلُوۡهَا بِسَلٰمٍ ؕ ذٰلِكَ يَوۡمُ الۡخُلُوۡدِ ﴿۳۴﴾

*44 If the word *salam* in *udkhuluha bi-salamin* is taken in the meaning of peace and security, it would mean: Enter this Paradise safe and secure from every kind of grief, sorrow, anxiety and affiliation; and if it is taken in the meaning of *salam* itself, it would mean: Enter this Paradise you are welcomed here with the greeting of peace by Allah and his angels.

In these verses Allah has mentioned the qualities because of which a person makes himself worthy of Paradise, and they are:

(1) Taqwa (piety),

(2) Turning towards Allah.

(3) Watching over and guarding his relationship with Allah.

(4) Fearing Allah although he has not seen Him, and has full faith in His quality of mercy.

(5) Coming into His presence with a devoted and captivated heart, i.e. remaining constant on the way of devotion and dedication till death.

44*اصل الفاظ ہیں اُدۡخُلُوۡهَا بِسَلٰمٍ۔ سلام کو اگر سلامتی کے معنی میں لیا جائے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ہر قسم کے رنج اور غم اور فکر اور آفات سے محفوظ ہو کر اس جنت میں داخل ہو جاؤ۔ اور اگر اسے سلام ہی کے معنی میں لیا جائے تو مطلب یہ ہو گا کہ آؤ اس جنت میں اللہ اور اس کے ملائکہ کی طرف سے تم کو سلام ہے۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے وہ صفات بتا دی ہیں جن کی بنا پر کوئی شخص جنت کا مستحق ہوتا ہے، اور وہ ہیں (1) تقویٰ (2) رجوع الی اللہ (3) اللہ سے اپنے تعلق کی نگہداشت (4) اللہ کو دیکھے بغیر اور اس کی رحیمی پر یقین رکھنے کے باوجود اس سے ڈرنا اور (5) قلبِ منیب لیے ہوئے اللہ کے ہاں پہنچنا، یعنی مرتے دم تک انابت کی روش پر قائم رہنا۔

35. They shall have whatever they desire therein, and with Us is more. *45	انکے لئے ہو گا جو وہ چاہیں گے اس میں اور ہمارے پاس ہے زیادہ۔ *45	لَهُمۡ مَّا يَشَآءُوۡنَ فِيۡهَا وَلَدَيۡنَا مَزِيۡدٌ ۳۵

*45 That is, they will certainly get whatever they desire, but in addition We will also give them that which they have never conceived and, therefore, could not desire.

45*یعنی جو کچھ وہ چاہیں گے وہ تو ان کو ملے گا ہی، مگر اس پر مزید ہم انہیں وہ کچھ بھی دیں گے جس کا کوئی تصور تک ان کے ذہن میں نہیں آیا ہے کہ وہ اس کے حاصل کرنے کی خواہش کریں۔

36. And how many have We destroyed before them of the	اور کتنی ہی ہلاک کر ڈالیں ہم نے انسے پہلے امتیں جو تھیں شدید ان	وَكَمۡ اَهۡلَكۡنَا قَبۡلَهُمۡ مِّنۡ قَرۡنٍ هُمۡ اَشَدُّ مِنۡهُمۡ بَطۡشًا

generations, who were stronger than these in power. Then they wandered in the cities. *46 Is there any place of refuge. *47	سے قوت میں۔ پھر خوب گشت کیا انہوں نے شہروں میں *46 ۔ تو کیا ہے کوئی جائے پناہ۔ *47	فَنَقَّبُوۡا فِى الۡبِلَادِ ؕ هَلۡ مِنۡ مَّحِيۡصٍ ﴿۳۶﴾

*46 That is, they were not only powerful and strong in their own land but had also made incursions into other lands and brought under their sway far off lands as well.

46*یعنی صرف اپنے ملک ہی میں وہ زور آور نہ تھیں بلکہ دنیا کے دوسرے ملکوں میں بھی وہ جا گھسی تھیں اوران کی طاقت کا سلسلہ روئے زمیں پر دور دور تک پہنچا ہوا تھا۔

*47 That is, could their power and might save them when the time appointed by Allah came for their seizure? And could they find shelter and refuge anywhere? Now, on what trust do you hope that you will get refuge somewhere in the world when you have rebelled against Allah?

47*یعنی جب خدا کی طرف سے ان کی پکڑ کا وقت آیا تو کیا ان کی وہ طاقت ان کو بچا سکی؟ اور کیا دنیا میں پھر کہیں ان کو پناہ مل سکی؟ اب آخر تم کس بھروسے پر یہ امید رکھتے ہو کہ خدا کے مقابلے میں بغاوت کر کے تمہیں کہیں پناہ مل جائے گی؟

37. Indeed, in that is a sure reminder for every such who has a heart, or who gives ear and he is present. *48	بیشک اس میں ہے یقینی نصیحت اسکے لئے جو رکھتا ہے دل یا کان لگا کر سنتا ہے اور وہ ہوتا ہے متوجہ *48 ۔	اِنَّ فِىۡ ذٰلِكَ لَذِكۡرٰى لِمَنۡ كَانَ لَهٗ قَلۡبٌ اَوۡ اَلۡقَى السَّمۡعَ وَهُوَ شَهِيۡدٌ ﴿۳۷﴾

*48 In other words, either one should have so much of native intelligence that one may think right of his own accord, or if not so, he should be so free from prejudice and neglect that he may listen with attention when another person tries to make one understand the truth.

48*بالفاظ دیگر جویا تو خود اتنی عقل رکھتا ہو کہ صحیح بات سوچے، یا نہیں تو غفلت اور تعصب سے اتنا پاک ہو کہ جب دوسرا کوئی شخص اسے حقیقت سمجھائے وہ کھلے کانوں سے اس کی بات سنے۔ یہ نہ ہو کہ سمجھانے والے کی آواز کان کے پردے پر سے گزر رہی ہے اور سننے والے کا دماغ کسی اور طرف مشغول ہے۔

وَ لَقَدۡ خَلَقۡنَا السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضَ وَمَا بَيۡنَهُمَا فِىۡ سِتَّةِ اَيَّامٍ ‌ۖ وَّ مَا مَسَّنَا مِنۡ لُّغُوۡبٍ ﴿۳۸﴾	اور یقیناً پیدا کیا ہم نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ انکے درمیان میں ہے چھ دنوں میں*49۔ اور نہیں چھوکر گئی ہمکو کوئی تھکن ۔*50	38. And certainly We created the heavens and the earth and what is between them in six days, *49 and nothing touched Us of fatigue. *50

*49 For explanation, see E.Ns 11 to 15 of the commentary of Surah HaMim As-Sajdah.

49*تشریح کے لیے ملاحظہ ہو تفہیم القرآن، جلد چہارم، تفسیر سورہ حٰمٓ السجدہ، حواشی نمبر 11 تا 15۔

*50 That is, the fact of the matter is that We have made this entire universe in six days and We did not become weary at the end so that We might be powerless to reconstruct it Now, if these ignorant people mock you when they hear the news of the life-after-death from you and call you a madman, have patience at it, listen to whatever nonsense they utter with a cool mind, and continue to preach the truth that you have been appointed to spread.

In this verse, there is a subtle taunt on the Jews and the Christians as well, whereas in the Bible the story has been fabricated that God made the earth and the heavens in six days and rested on the seventh day (Gen. 2:2). Although the Christian priests are now feeling shy of it and have changed rested into "ceased from working" in their translation of the Bible, yet in King James authorized version of the Bible, the words "and He rested on the seventh day" are still there, and the same words are also found in the translation that the Jews have published from Philadelphia in 1954. In the Arabic translation also the words are: *fastraha ft! yaum as-sebi.*

50* یعنی امر واقعہ یہ ہے کہ یہ پوری کائنات ہم نے چھ دن میں بنا ڈالی ہے اس کو بنا کر تھک نہیں گئے ہیں کہ اس کی تعمیر تو کرنا ہمارے بس میں نہ رہا ہو۔ اب اگر یہ نادان لوگ تم سے زندگی بعد موت کی خبر سن کو تمہارا مذاق اڑاتے ہیں اور تمہیں دیوانہ قرار دیتے ہیں تو اس پر صبر کرو۔ ٹھنڈے دل سے ان کی ہر بیہودہ بات کو سنو اور جس حقیقت کے بیان کرنے پر تم مامور کیے گئے ہو اسے بیان کرتے چلے جاؤ۔

اس آیت میں ضمناً ایک لطیف طنز یہود و نصاریٰ پر بھی ہے جن کی بائبل میں یہ افسانہ گھڑا گیا ہے کہ خدا نے چھ دنوں میں زمین و آسمان کو بنایا اور ساتویں دن آرام کیا کو ''فارغ ہوا'' سے بدل دیا ہے۔ مگر کنگ جیمز کی مستند انگریزی بائیبل میں (And He rested on the seventh day) کے الفاظ صاف موجود ہیں۔ اور یہی الفاظ اس ترجمے میں بھی پائے جاتے ہیں جو 1954ء میں یہودیوں نے فلاڈلفیا سے شائع کیا ہے۔

عربی ترجمہ میں بھی فاستراح فی الیوم السّابع کے الفاظ ہیں۔

39. So bear with patience over what they say, and glorify with His praise your Lord	تو صبر کرو اس پر جو کچھ یہ کہتے ہیں اور تسبیح کرتے رہو حمد کے ساتھ اپنے رب کی طلوع آفتاب سے پہلے اور	فَاصۡبِرۡ عَلٰی مَا یَقُوۡلُوۡنَ وَ سَبِّحۡ بِحَمۡدِ رَبِّکَ قَبۡلَ طُلُوۡعِ الشَّمۡسِ وَ قَبۡلَ

before the rising of sun and before its setting.	غروب ہونے سے پہلے۔	الۡغُرُوۡبِ ۚ ﴿۳۹﴾
40. And in the night, so glorify Him and after the prostrations. *51	اور رات میں بھی پس تسبیح کرتے رہو اسکی اور سجدوں کے بعد۔ *51	وَ مِنَ الَّیۡلِ فَسَبِّحۡہُ وَ اَدۡبَارَ السُّجُوۡدِ ﴿۴۰﴾

*51 This is the means by which man gets the power and energy to continue his struggle to raise the word of the truth and to call the people towards righteousness throughout life with full determination even though he may have to pass through heart-breaking and soul-destroying conditions and his efforts may seem to be bearing no fruit. Praising and glorifying the Lord implies the Prayer here, and wherever in the Quran the praise and glorification has been associated with specific times, it implies the Prayer. The Prayer before sunrise is the Fajr Prayer, and the Prayers before sunset are the Asr and the Zuhr Prayers. The Prayers in the night are the Maghrib and the Isha Prayers, and the third, the Tahajjud Prayer, is also included in the glorification of the night. (For explanation, see E.N. 111 of TaHa; E.Ns 23, 24 of Surah Ar-Room). As for the glorification that has been commanded after being free from prostrations, it may imply the after-Prayer devotions as well as the offering of the voluntary prayers at the end of the prescribed obligatory Prayers. Umar, Ali, Hasan bin Ali, Abu Hurairah, Ibn Abbas, Shabi, Mujahid, Ikrimah, Hasan Basri, Qatadah, Ibrahim Nakhai and Auzai say that it implies the two rakats after the Maghrib

Prayer. Abdullah bin Amr bin Aas, and according to a tradition, Abdullah bin Abbas also, held the opinion that it implies the after-Prayer devotions, and Ibn Zaid says that the object of this command is that voluntary Prayers should also be offered after the prescribed obligatory Prayers.

According to a tradition reported in Bukhari and Muslim, on the authority of Abu Hurairah, once the poor emigrants from Makkah came before the Prophet (peace be upon him), and said: O Messenger of Allah, the rich people have attained high ranks for themselves. The Prophet (peace be upon him) asked: What has happened? They said: They offer the Prayers as we offer, and they observe the fasts as we observe; but they practice charity, which we cannot, and they set the slaves free which we cannot. The Prophet (peace be upon him) said: Should I tell you a thing which if you practiced, you would surpass all others, except those who practiced the same that you practiced? It is this that you should pronounce *Subhan-Allah*, *Al-Hamdu-lillah* and *Allahu-Akbar*, 33 times each after every Prayer. After some time, the same people came and said: Our rich brothers also have heard this and they too have started practicing, it. Thereupon the Prophet (peace be upon him) said: This is Allah's bounty and He bestows it on whomever He wills. According to a tradition these devotional words have to be repeated ten times each instead of 33 times each.

Zaid bin Thabit has reported that the Prophet (peace be upon him) instructed his companions that they should pronounce *Subhan-Allah* and *AlHamdu-lillah* 33 times each

and *Allahu-Akbar* 34 times after every Prayer. Afterwards, an Ansar companion submitted: I have seen in a vision that somebody was telling me that it would be better if I pronounced these three devotional words 25 times each and then *Lailaha illAllah* 25 times. The Prophet (peace be upon him) replied: Well, you may do likewise. (Ahmad, Nasai, Darimi).

Abu Saeed Khudri says: I have heard the Prophet (peace be upon him) pronounce the following words when he would return after the Prayers were over: *Subhana Rabbika Rabbil-izzati anima yasifun wasalam-un alal-mursalin, wal-hamdu lillahi Rabb-il alamin.* (Jassas Ahkam al-Quran).

Besides these, several other forms of the after-Prayer devotional pronouncements also have been reported from the Prophet (peace be upon him). Those who wish to act on this instruction of the Quran may select the one they find suitable from Mishkat. Bab adh-dhik-as-Salat, commit it to memory and practice it. Nothing can be better than what the Prophet (peace be upon him) himself has taught in this regard. But what one should bear in mind is that the real object of the devotional pronouncements is not to utter these words only as a matter of course but to refresh and fix their meaning in the mind. Therefore, the meaning of whatever devotions one pronounces should be understood well and then practiced with full consciousness of the meaning.

*51 یہ ہے وہ ذریعہ جس سے آدمی کو یہ طاقت حاصل ہوتی ہے کہ دعوت حق کی راہ میں اسے خواہ کیسے ہی دل شکن اور روح فرسا حالات سے سابقہ پیش آئے، اور اس کی کوششوں کا خواہ کوئی ثمرہ بھی حاصل ہوتا نظر نہ

آئے، پھر بھی وہ پورے عزم کے ساتھ زندگی بھر کلمۂ حق بلند کرنے اور دنیا کو خیر کی طرف بلانے کی سعی جاری رکھے۔ رب کی حمد اور اس کی تسبیح سے مراد یہاں نماز ہے اور جس مقام پر بھی قرآن میں حمد و تسبیح کو خاص اوقات کے ساتھ مخصوص کیا گیا ہے وہاں اس سے مراد نماز ہی ہوتی ہے۔ ''طلوع آفتاب سے پہلے۔'' فجر کی نماز ہے ''غروب آفتاب سے پہلے '' دو نمازیں ہیں، ایک ظہر، دوسری عصر''۔ رات کے وقت۔ مغرب اور عشاء کی نمازیں ہیں اور تیسری تہجد بھی رات کی تسبیح میں شامل ہے۔ (تشریح کے لیے ملاحظہ ہو جلد دوم، بنی اسرائیل، حواشی 91 تا 97۔ جلد سوم، طٰہٰ، حاشیہ 111۔ الروم، حواشی 23۔24)۔ رہی وہ تسبیح جو ''سجدے فارغ ہونے کے بعد '' کرنے کی ہدایت فرمائی گئی ہے، تو اس سے مراد ذکر بعد الصلوٰۃ بھی ہو سکتا ہے اور فرض کے بعد نفل ادا کرنا بھی۔ حضرت عمر، حضرت علی، حضرت حسن بن علی، حضرات ابوہریرہ، ان عباس، شیبی، مجاہد، عکرمہ، حسن بصری، قتادہ، ابراہیم نخعی اور اَوزاعی اس سے مراد نماز مغرب کے بعد کی دو رکعتیں لیتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص اور ایک روایت کے بموجب حضرت عبداللہ بن عباس کا بھی یہ خیال ہے کہ اس سے مراد ذکر بعد الصلوٰۃ ہے۔ اور ابن زید کہتے ہیں کہ اس ارشاد کا مقصود یہ ہے کہ فرائض کے بعد بھی نوافل ادا کے جائیں۔

صحیحین میں حضرت ابوہریرہؓ کی روایت ہے کہ ایک مرتبہ غریب مہاجرین نے حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ مالدار لوگ تو بڑے درجے لوٹ لے گئے۔ حضورؐ نے فرمایا ''کیا ہوا''؟۔ انہوں نے عرض کیا وہ بھی نمازیں پڑھتے ہیں جیسے ہم پڑھتے ہیں اور روزے رکھتے ہیں جیسے ہم رکھتے ہیں، مگر وہ صدقہ کرتے ہیں اور ہم نہیں کر سکتے، وہ غلام آزاد کرتے ہیں اور ہم نہیں کر سکتے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا''کیا میں تمہیں ایسی چیز بتاؤں جسے اگر تم کرو تو تم دوسرے لوگوں سے بازی لے جاؤ گے بجز ان کے جو وہی عمل کریں جو تم کرو گے؟ وہ عمل یہ ہے کہ تم ہر نماز کے بعد 33۔33 مرتبہ سبحان اللہ، الحمد للہ، اللہ اکبر کہا کرو''۔ کچھ مدت کے بعد ان لوگوں نے عرض کیا کہ ہمارے مال دار بھائیوں نے بھی یہ بات سن لی ہے اور وہ بھی یہی عمل کرنے لگے ہیں۔ اس پر آپؐ نے فرمایا ذٰلک فضل اللہ یؤتیہ من یشآء۔ ایک روایت میں ان کلمات کی تعداد

33۔33 کے بجائے دس دس بھی منقول ہوئی ہے۔

حضرت زیدبن ثابت کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم نے ہم کوہدایت فرمائی تھی کہ ہم ہر نماز کے بعد33۔33 مرتبہ سبحان اللہ اور الحمد للہ کہا کریں اور 34 مرتبہ اللہ اکبر کہیں۔ بعد میں ایک انصاری نے عرض کیا میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ کوئی کہتا ہے اگر تم 25۔25 مرتبہ یہ تین کلمے کہو اور پھر 25 مرتبہ لا اِلٰہ الا اللہ کہو تو یہ زیادہ بہتر ہوگا۔ حضورؐ نے فرمایا اچھا اسی طرح کیا کرو۔(احمد۔نسائی۔ دارمی)۔

حضرت ابو سعید خدری کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم نماز سے فارغ ہوکر جب پلٹتے تھے تو میں نے آپؐ کو یہ الفاظ کہتے سنا ہے :سُبْحَانَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّۃِ عَمَّا یَصِفُوْنَ o وَسَلَامٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ o وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ o(احکام القرآن للجصاص)۔

اس کے علاوہ بھی ذکر بعد الصلوٰۃ کی متعدد صورتیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم سے منقول ہوئی ہیں۔ جو حضرات قرآن مجید کی اس ہدایت پر عمل کرنا چاہیں وہ مشکوٰۃ، باب الذکر بعد الصلوٰۃ میں سے کوئی ذکر جو ان کے دل کو سب سے زیادہ لگے، چھانٹ کر یاد کرلیں اور اس کا التزام کریں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم کے اپنے بتائے ہوئے ذکر سے بہتر اور کونسا ذکر ہوسکتا ہے۔ مگر یہ خیال رکھیں کہ ذکر سے اصل مقصود چند مخصوص الفاظ کو زبان سے گزار دینا نہیں ہے بلکہ ان کے معانی کو ذہن میں تازہ اور مستحکم کرنا ہے جو ان الفاظ میں بیان کیے گئے ہیں۔ اس لیے جو ذکر بھی کیا جائے اس کے معنیٰ اچھی طرح سمجھ لینے چاہییں اور پھر معنیٰ کے استحضار کے ساتھ ذکر کرنا چاہیے۔

وَاسْتَمِعْ يَوْمَ يُنَادِ الْمُنَادِ مِنْ مَّكَانٍ قَرِيبٍ ﴿٤١﴾	اور سنو تم جس دن پکارے گا پکارنے والا نزدیک ہی کی جگہ سے۔ *52	41. And listen to the Day when shall call out the caller from a nearby place. *52

*52 That is, wherever a dead person would be lying, or

wherever his death had occurred is the world, the cry of the caller shall reach him there, which will urge him to rise and go before his Lord to render his account. This cry will be such that everybody who rises from death anywhere on the surface of the earth will feel as though the caller had called him from a nearby place. Simultaneously will this cry be heard everywhere on the globe equally clearly. From this also one can judge how different will be the concepts of space and time in the next world from what they are in this world, and what forces will be working there in accordance with the new laws.

*52 یعنی جو شخص جہاں مرا پڑا ہوگا، یا جہاں بھی دنیا میں اس کی موت واقع ہوئی تھی، وہیں خدا کے منادی کی آواز اس کو پہنچے گی کہ اٹھو اور چلو اپنے رب کی طرف اپنا حساب دینے کے لیے۔ یہ آواز کچھ اس طرح کی ہوگی روئے زمین کے چپے چپے پر جو شخص بھی زندہ ہوکر اٹھے گا وہ محسوس کرے گا کہ پکارنے والے نے کہیں قریب ہی سے اس کو پکارا ہے۔ عالم آخرت میں زمان و مکان کے اعتبارات ہماری موجودہ دنیا کی بہ نسبت کس قدر بدلے ہوئے ہوں گے اور کیسی قوتیں کس طرح کے قوانین کے مطابق وہاں کارفرما ہوں گی۔

يَوْمَ يَسْمَعُوْنَ الصَّيْحَةَ بِالْحَقِّ ؕ ذٰلِكَ يَوْمُ الْخُرُوْجِ ﴿٤٢﴾	جس دن وہ سن لیں گے ایک چیخ حق کیساتھ *53۔ وہی ہو گا دن نکلنے کا۔	42. The Day they will hear the blast in truth. *53 That is the Day of the coming out.

*53 The words *yasmaun-as-saihata bil haqqi* can have two meanings:

(1) That all the people will be hearing the cry of the right command.

(2) That they will be hearing the cry rightly.

In the first case the sentence will mean that the people will

be hearing the same right command with their ears, which they were not inclined to accept in the world, which they had persistently refused to believe, and mocked the Prophets who had brought it. In the second case it will mean that they will certainly hear this cry, and they will realize that it is no fancy but indeed the cry of Resurrection; they will be left with no doubt that the Day of Resurrection of which they had been forewarned had arrived and the cry that was being raised was of the same.

53*اصل الفاظ ہیں یَسۡمَعُوۡنَ الصَّیۡحَۃَ بِالۡحَقِّ ۔ اس کے دو معنی ہو سکتے ہیں۔ ایک یہ کہ سب لوگ امر حق کی پکار کو سن رہے ہوں گے۔ دوسرے یہ کہ آواز حشر کو ٹھیک ٹھیک سن رہے ہوں گے۔ پہلے معنی کے لحاظ سے مطلب یہ ہے کہ لوگ اسی امر حق کی پکار کو اپنے کانوں سے سن رہے ہوں گے جس کو دنیا میں وہ ماننے کے لیے تیار نہ تھے، جس سے انکار کرنے پر انہیں اصرار تھا، اور جس کی خبر دینے والے پیغمبروں کا وہ مذاق اڑایا کرتے تھے۔ دوسرے معنی کے لحاظ سے مطلب یہ ہے کہ وہ یقینی طور پر یہ آوازہ حشر سنیں گے، انہیں خود معلوم ہو جائے گا کہ یہ کوئی وہم نہیں ہے بلکہ واقعی یہ آوازہ حشر ہی ہے، کوئی شبہ انہیں اس امر میں نہ رہے گا کہ جس حشر کی انہیں خبر دی گئی تھی وہ آگیا ہے اور یہ اسی کی پکار بلند ہو رہی ہے۔

43. Indeed, It is We who bestow life and give death and to Us is the journeying.	بیشک ہم ہی زندگی بخشتے ہیں اور موت دیتے ہیں اور ہمارے پاس لوٹنا ہے۔	اِنَّا نَحۡنُ نُحۡیٖ وَ نُمِیۡتُ وَ اِلَیۡنَا الۡمَصِیۡرُ ﴿۴۳﴾
44. On the Day shall split the earth asunder from them, rushing out of it in haste. That	جس دن پھٹ جائے گی زمین انپر سے تیزی سے نکل پڑیں گے۔ یہ جمع کرنا ہمیں آسان ہے۔ *54	یَوۡمَ تَشَقَّقُ الۡاَرۡضُ عَنۡهُمۡ سِرَاعًا ؕ ذٰلِکَ حَشۡرٌ عَلَیۡنَا یَسِیۡرٌ ﴿۴۴﴾

is a gathering for Us very easy. *54		

*54 This is the answer to the saying of the disbelievers that has been reproduced in verse 3 above. They said: How can it be that when we are dead and become dust, we shall be raised back to life once again. This resurrection is far removed from reason. In reply it has been said: This gathering together, i.e. raising back to life and gathering all the people of the former and latter times together, is very easy for Us. It is not at all difficult for Us to know as to where the dust of one particular person lies and where of the other. We shall also face no difficulty in knowing as to which are the particles of one and which of the other among the scattered particles of the dust. Gathering together all these particles separately and remaking each and every man's body once again and then creating in that body the same very personality which had lived in it before, is not a task that may require any hard labor from Us, but all this can be accomplished immediately at one signal from Us. All those human beings who have been born in the world since the time of Adam till Resurrection can be brought together by one command of Ours. If your petty mind thinks it is far off, it may think so, but it is not beyond the power of the Creator of the Universe.

*54 یہ جواب ہے کفار کی اس بات کا جو آیت نمبر 3 میں نقل کی گئی ہے۔ وہ کہتے تھے کہ بھلا یہ کیسے ہو سکتا کہ جب ہم مر کر خاک ہو چکے ہوں اس وقت ہمیں پھر سے زندہ کر کے اٹھا کھڑا کیا جائے، یہ واپسی تو بعید از عقل وامکان ہے۔ ان کی اسی بات کے جواب میں فرمایا گیا ہے کہ یہ حشر، یعنی سب اگلے پچھلے انسانوں کو بیک وقت زندہ کر کے جمع کر لینا ہمارے لیے بالکل آسان ہے۔ ہمارے لیے یہ معلوم کرنا کچھ مشکل نہیں ہے کہ

کس شخص کی خاک کہاں پڑی ہے ہمیں یہ جاننے میں بھی کوئی وقت نہیں پیش آئے گی کہ ان بکھرے ہوئے ذرات میں سے زید کے ذرات کون سے ہیں اور بکر کے ذرات کون سے۔ ان سب کو الگ الگ سمیٹ کر ایک ایک آدمی کا جسم پھر سے بنا دینا، اور اس جسم میں اسی شخصیت کو از سر نو پیدا کر دینا جو پہلے اس میں رہ چکی تھی، ہمارے لیے کوئی بڑا محنت طلب کام نہیں ہے، بلکہ ہمارے ایک اشارے سے یہ سب کچھ آناً فاناً ہو سکتا ہے۔ وہ تمام انسان جو آدم کے وقت سے قیامت تک دنیا میں پیدا ہوئے ہیں ہمارے ایک حکم پر بڑی آسانی سے جمع ہو سکتے ہیں۔ تمہارا چھوٹا سا دماغ اسے بعید سمجھتا ہو تو سمجھا کرے۔ خالق کائنات کی قدرت سے یہ بعید نہیں ہے۔

نَحۡنُ اَعۡلَمُ بِمَا يَقُوۡلُوۡنَ وَمَاۤ اَنۡتَ عَلَيۡهِمۡ بِجَبَّارٍ‌ ۚ فَذَكِّرۡ بِالۡقُرۡاٰنِ مَنۡ يَّخَافُ وَعِيۡدِ ﴿۴۵﴾	ہم خوب جانتے ہیں جو کچھ یہ کہتے ہیں *55 اور نہیں ہو تم ان پر جبر کرنیوالے ۔ پس نصیحت کرتے رہو قرآن کے ذریعے اسکو جو ڈرے میری وعید سے۔ *56	45. We know best of what they say, *55 and you are not over them a tyrant. So remind by the Quran him who fears My warning. *56

*55 In this sentence there is consolation for the Prophet (peace be upon him) as well as a threat for the disbelievers. Addressing the Prophet (peace be upon him) it has been said: Do not care at all about what these foolish people utter about you. We are hearing everything and it is for Us to deal with it. The disbelievers are being warned to the effect: The taunting remarks that you are passing against Our Prophet will cost you dearly. We are hearing everything that you utter and you will have to suffer for its consequences.

*55 اس فقرے میں رسول اللہ صلی اللہ وسلم کے لیے تسلی بھی ہے اور کفار کے لیے دھمکی بھی۔ حضورؐ کو

مخاطب کر کے فرمایا جا رہا ہے کہ تم پر جو باتیں یہ لوگ بنا رہے ہیں ان کی قطعاً پرواہ نہ کرو، ہم سب کچھ سن رہے ہیں اوران سے نمٹنا ہمارا کام ہے۔ کفار کو متنبہ کیا جا رہا ہے کہ ہمارے نبی پر جو فقرے تم کس رہے ہو وہ تمہیں بہت مہنگے پڑیں گے۔ ہم خود ایک ایک بات سن رہے ہیں اوراس کا خمیازہ تمہیں بھگتنا پڑے گا۔

***56 This does not mean that the Prophet (peace be upon him) wanted to compel the people into believing and Allah stopped him from this. But, in fact, although the Prophet (peace be upon him) has been addressed, the disbelievers are being warned, as if to say: Our Prophet has not been sent as a dictator over you. He is not there to compel you to become believers even if you did not wish to believe. His only responsibility is that he should recite the Quran and make the truth plain to the one who would take the warning. Now, if you do not accept his invitation, We will deal with you, not he.**

56*اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جبراً لوگوں سے اپنی بات منوانا چاہتے تھے اور اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو اس سے روک دیا۔ بلکہ دراصل یہ بات حضورؐ کو مخاطب کر کے کفار کو سنائی جا رہی ہے۔ گویا ان سے یہ کہا جا رہا ہے کہ ہمارا نبی تم پر جبار بنا کر نہیں بھیجا گیا ہے۔ اس کا کام زبردستی تمہیں مومن بنانا نہیں کہ تم نہ ماننا چاہو اور وہ جبراً تم سے منوائے۔ اس کی ذمہ داری تو بس اتنی ہے کہ جو متنبہ کرنے سے ہوش میں آجائے اسے قرآن سنا کر حقیقت سمجھا دے۔ اب اگر تم نہیں مانتے تو نبی تم سے نہیں نمٹے گا بلکہ ہم تم سے نمٹیں گے۔